

انبیاء کا اسلوب دعوت

تصنیف-----الشیخ ربیع ہادی المدخلی ترجمہ-----محمد انور محمد قاسم سلفی

ناشر

السنة بکس اینڈ کیسیٹس سینٹر



منهج الأنبياء في الدعوة الى الله
فيه الحكمة والعقل

انبياء كما أسلوب دعوت

ترجمه
محمد انور محمد قاسم سلفي

داعيه لحنة القارة الهندية ' الكويت

تصنيف
الشيخ ربيع هادي المدخلي

سابق رئيس قسم السنة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة



نام کتاب : انبیاء کا اُسلوبِ دعوت

مولف : الشیخ ربیع ہادی المدخلی

مترجم : محمد انور محمد قاسم سلفی

صفحات : ۱۷۰

ناشر : المسنہ بکس اینڈ کیسیٹس سینٹر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ عَرْضِ مَرَجِہم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله الطيبين واصحابه الطاهرين، ومن اتبع هداه الى يوم الدين. وبعد

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو دعوتِ توحید کے لئے برپا کیا اور اسی بنا پر انہیں خیر امت کے لقب سے ملقب فرمایا، ساتھ ہی دعوتِ الی اللہ کے اصول متعین کر دئے اور ہمارے پیارے رسول جناب محمد ﷺ نے اپنے قول و عمل سے دعوت کے خطوط کی نشان دہی فرمائی اور اس کام کو خیر القرون کے مسلمانوں نے احسن طریقے سے انجام دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کل تک جو زندگیاں فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی تھیں اس دعوت کی برکت سے وہ صداقت و پاکیزگی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے کہ خود صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل ہو گیا۔ مختصر سی مدت میں مسلمان دینی و دنیوی سیادت کے اس مقام پر پہنچے کہ ملتِ اسلامیہ دنیا کی سب سے بڑی ملت بن گئی اور مسلمانوں کی حکومت نصف سے زیادہ کرہء ارض پر قائم ہو گئی۔

لیکن جب مسلمانوں نے رسولِ عربی ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات سے منہ موڑ کر یونانی، ہندی اور عجمی فلسفوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی تو ان کا ہر قدم زوال کی طرف اٹھنا شروع ہو گیا۔ اس کا سب سے بُرا اثر عقیدہء توحید پر پڑا، کیونکہ مسلم دشمن عناصر یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ عقیدہء توحید اسلامی تعلیمات کی روح ہے، جب تک مسلمانوں سے اس روح کو فنا نہ کر دیا جائے اس وقت تک مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے، اس لئے انہوں نے مسلمانوں میں غیر دینی طحانہ، مشرکانہ افکار و نظریات اور عقائد کو اس قدر پروان چڑھایا کہ انہیں افکار و نظریات پر مسلمانوں میں کئی فرقے بن گئے اور ان کی دعوت، دعوتِ الی اللہ کی بجائے ان خاص افکار اور نظریات کی دعوت بن گئی اور وہ بھی اس اصرار کے ساتھ کہ حقیقی اسلامی دعوت انہیں کی ہے۔ خود ان جماعتوں کی بھی آپس میں چشمک کا یہ عالم ہے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے سے بھی نہیں پتہ کٹتے، ان جماعتوں کے اصول و نظریات اور دعوت کے محور و مرکز، اور رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت کے محور و مرکز کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ کسی اور ہی راہ پر گامزن ہیں، شیخ سعدیؒ کی زبانی:

ترجمہ نرسی بکچہ اے اعرابی کہ ایں راہ کہ تو می روی بتر کستان است

یہ حقیقت ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہوا کرتا ہے، جس طرح آئینہ انسان کے حسن و قبح کو واضح کرتا ہے اور دیکھنے والا بھی اس کا بُرا نہیں مانتا، اسی طرح لغزشوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کرنا بھی ایک دینی فریضہ ہے، جب کہ وہ اخلاص پر مشتمل ہو، اللہ جزائے خیر دے محدث مدینہ منورہ شیخ محترم ڈاکٹر ربیع ہادی المدخلی حفظہ اللہ وتولاء (سابق رئیس قسم السنۃ بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبویۃ) کو جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر ان حساس دل مسلمانوں پر عظیم احسان فرمایا جو ان جماعتوں کی آپسی چیقلش سے عاجز آ کر حیران و سرگردان تھے کہ جائیں تو کدھر جائیں؟ کس کا منہج کتاب و سنت کے مطابق ہے اور کس کا نہیں؟ الحمد للہ شیخ موصوف نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منہج کو صاف شفاف اور نکھار کر پیش کر دیا اور جو بات پیش کی اس کے لئے کتاب و سنت سے دلائل کا انبار لگا دیا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب حق و صداقت کے متلاشیوں کے لئے مشعل راہ ہوگی اور ان جماعتوں کے موجودہ سربراہوں کے لئے بھی سُرمداء بصیرت ہوگی جو تمام دلائل سے آنکھیں بند کر کے اپنے اکابرین کی باقیات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، اگر انہیں اپنے اکابرین کے نظریات و تعلیمات سے زیادہ کتاب و سنت سے محبت ہے۔ لیکن افسوس کہ بڑے صغیر کی اکثر دینی جماعتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جماعت کے جس شکنجے میں کسے ہوئے ہیں یہاں سب کچھ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا، یہی وہ اخلاقی قدریں ہیں جن کا قحط دینی جماعتوں میں عام ہو رہا ہے:

لقد أسمعتم لو ناديت حياً ولكن لاحيات لمن تنادى

ترجمہ کے تعلق سے عرض ہے کہ متن کا من و عن ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کہیں تفہیم سے بھی کام لیا گیا ہے قرآنی آیتوں کے ترجمے میں بڑے صغیر کے مشہور علماء، مولانا محمد جونا گدھی، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا مودودی رحمہم اللہ کے ترجموں کو پیش نظر رکھا گیا ہے، سیرت نبوی ﷺ سے متعلق احادیث کے ترجمہ میں، مشہور اسلامی اسکالر، مفکر محدث اور سیرت نگار، استاذ محترم مولانا صفی الرحمن مبارکپوری حفظہ اللہ و رعاه کی مشہور عالم کتاب ”الزحیق المختوم“ سے استفادہ کیا گیا ہے ترجمہ میں قصور علم و فہم، علمی بے بضاعتی اور ادب نا آشنائی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ فہم عبارت میں کوتاہیوں کے امکان کا بھی اقرار ہے، قارئین سے گزارش ہے کہ اس

طرح کی کوتاہیوں سے احقر کو مطلع کر کے مشکور ہوں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں محترم شیخ عبدالحق محمد صادق مدنی اور برادر محترم جناب عبد اللہ شاد عبد الجبار حفظہما اللہ کا جنہوں نے اس علمی کام میں میرا ہر ممکن تعاون کیا اور ترجمہ پر نظر ثانی کی اور برادر عزیز مولانا ظفر اللہ خان جامعی ندوی سلمۃ اللہ کا جنہوں نے کمپیوٹر سے متعلق ہر معاملے میں میری اعانت فرمائی اور بالخصوص عزیز گرامی جناب ساجد عبدالقیوم سلمۃ اللہ کا جن تحریک بلکہ ترکیز پر ہی احقر نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مؤلف مترجم تمام معاونین اور ناشرین کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو لوگوں کے لئے باعث ہدایت بنائے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتَب عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى
اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وأصحابہ وسلم .

محمد انور محمد قاسم السلفی

۲۵/ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر

مطابق 25/8/2000

(ص:ب: 54491 حلیب الشیوخ دولة الكويت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

الحمد لله رب العالمین، امرنا بإتباع رسوله، والدعوة الى سبيله، والصلوة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين. وبعد :

دعوت الی اللہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے متبعین کا راستہ ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (اے محمد ﷺ!) تم ان سے کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

دعوت الی اللہ ہی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے متبعین کا لوگوں کو تاریکی سے روشنی، کفر سے ایمان، شرک سے توحید اور دوزخ سے جنت کی طرف لانے کا مشن ہے۔ یہ کام چند اصول پر محیط اور قائم ہے، جب ان میں سے ایک بھی اگر نہ پایا جائے تو دعوت صحیح اور شمر آ ورنہ نہیں ہوگی، چاہے اس پر کتنی ہی محنت کی جائے اور کتنا ہی وقت لگایا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر کی ان بے شمار دعوتوں اور تحریکوں میں دیکھا جا رہا ہے جو ان اصول پر قائم نہیں ہیں۔ وہ اصول جن پر صحیح دعوت قائم ہوتی ہے کتاب و سنت کی روشنی میں مختصر ایہ ہیں۔

1 دعوت الی اللہ کا علم: جس کی جانب دعوت دی جا رہی ہو اس کا علم ہونا ضروری ہے، اسی لئے جاہل داعی بننے کے لائق نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ تم کہہ دو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے متبعین بھی۔ بصیرت علم ہے، اس لئے مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان گمراہ علماء کا مقابلہ کرے جو اس کے آگے شبہات پیش کر کے حق کو مغلوب کرنے کے لئے باطل کے ذریعے جھگڑتے ہیں۔ فرمانِ باری ہے: ﴿وَجِدْلُهُمْ بِآلَتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ اور ان کے ساتھ اس طریقے سے مناظرہ کیجئے جو اپنے ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا

من اهل الكتاب“ ”تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب میں سے ہے۔“ اگر داعی علم سے مسلح نہ ہو جس کے ذریعے وہ ہر شبہ کا مقابلہ اور ہر فریق کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے پھر وہ پہلے ہی معرکہ میں شکست سے دوچار ہو کر شروع راستے میں ہی ڈھیر ہو جائے گا۔

2 عمل: داعی جس کی طرف دعوت دے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے تاکہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بنے اور اس کا عمل اس کی دعوت کی تصدیق کرے تاکہ باطل پرستوں کے لئے اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے تعلق سے فرماتا ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكُمْ إِلَىٰ مَا أَنهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ (اور یہ نہیں ہو سکتا کہ) جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں میں تو اپنی بساط بھر اصلاح ہی کرنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول جناب محمد ﷺ سے فرما رہا ہے: ﴿قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ کہہ دو! میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔ نیز فرمان باری ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ اور اس سے بھی اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک کام کیا۔

3 اخلاص: دعوت کا کام صرف اللہ کے لئے کیا جائے اس کے ذریعے شہرت، ریا کاری، عہدے، صدارت اور دنیا کے لالچ میں سے کسی کا ارادہ نہ کیا جائے کیونکہ ان مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد بھی اس میں داخل ہو گیا تو وہ دعوت الی اللہ نہیں بلکہ وہ نفسانی اور مقصود لالچ کی دعوت ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق خبر دی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا ﴿لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ میں اس (دعوت) پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ ﴿لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا﴾ میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔

4 اہم اصول ہے دعوت شروع کی جائے: اس طرح کہ سب سے پہلے اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے کی دعوت دی جائے، شرک سے روکا جائے پھر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور واجبات

انبیاء کا اسلوب دعوت

کو بجالانے اور حرام چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے، یہی تمام پیغمبروں کا طریقہ کار رہا ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ہم نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا مگر اس کی جانب وحی کی کہ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے، اس لئے تم میری عبادت کرو، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَحْبَبُوا لَكَ فَاعْلَمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِمْ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ..... الْحَدِيثُ۔“ تم ایسی قوم کی جانب جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہے، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی تو انہیں معلوم کراؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں الحدیث

اور دعوت کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ تہذیب میں سب سے بہتر نمونہ اور کامل منج ہے، آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے، اس سے پہلے کہ آپ انہیں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا حکم دیں اور انہیں سود خوری، زنا کاری، چوری اور ناحق قتل سے روکیں۔

5 دعوت الی اللہ کے راستے میں لاحق ہونے والے مصائب پر صبر: اس لئے دعوت کا میدان گلابوں سے

بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ وہ مصائب اور خطرات سے پر ہے، اس معاملے میں سب سے بہترین نمونہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتیں ہیں اس راہ میں انہوں نے اپنی قوموں سے سختیبتیں اور ٹھکانا دیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا، جن لوگوں نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا تھا انہیں اس عذاب نے گھیر لیا کہ ان کا مذاق اڑا رہا ہے تھے۔ فرمان باری ہے ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأَوْدُوا حَتَّىٰ أَنَا هُمْ نَصَرْنَا﴾ آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹائے گئے،

گئے، انہوں نے اپنی اس تکذیب پر صبر کیا اور انہیں تکالیف پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ انکے پاس ہماری مدد آئی۔ اور اسی طرح پیغمبروں کے متبعین بھی جس قدر دعوت الی اللہ میں جانفشانی سے کام لیں گے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، جیسا کہ ان معزز و محترم انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔

6 اخلاقِ حسنہ: داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق سے متصف ہو، اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے، کیونکہ یہ اس کی دعوت کو قبول کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو معزز پیغمبر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو یہ چیز اس شخص کے مقابلے میں پیش کرنے کا حکم دیا جو روئے زمین کا سب سے بڑا کافر اور اپنی خدائی کا دعویدار تھا۔ فرمان الہی ہے: ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لِّئَلَّا يَعْلَهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿إِذْ هَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ﴾ ﴿فَقُلْ خُلِّ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكِيَ﴾ ﴿وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَى﴾ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی کر رکھی ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے متعلق فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَبِثَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَفُضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہو، اگر تم تند خو، سخت دل ہوتے تو یہ (صحابہ کرام) تمہارے پاس سے چھٹ گئے ہوتے۔ نیز فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ پھر فرمان الہی ہے: ﴿وَجَادِلْهُمْ بَالِغِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلائیے، اور ان سے مناظرہ کیجئے اس ڈھنگ سے جو اچھا ہو۔

7 قوی امید: داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو، اپنی دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اسکی تائید سے آس توڑ لے، اگرچہ کہ کتنا ہی لمبا عرصہ لگے، اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں، حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلا تے رہے، اور ہمارے رسول ﷺ پر جب کفار کی سختیاں زیادہ ہو گئیں تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ کی خدمت میں آکر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دے، لیکن

آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا بل أستاذی بهم‘ لعلّ الله یخرج من أصلابهم من یعبد الله وحده لا یشرک به شیئاً“ نہیں! بلکہ میں ان کے لئے مہلت کا خواستگار ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسل پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔ جب بھی داعی اس صفت کو گنوا بیٹھے گا وہ شروع راہ میں ہی ٹھہر جائے گا اور اپنے کام میں ناکامی سے دوچار ہوگا۔ اور جو بھی دعوت ان بنیادوں پر استوار نہیں ہوگی یا اس کا منہج پیغمبروں کے منہج سے جدا ہوگا تو وہ عنقریب ناکام ہو جائے گی، کمزور پڑ جائے گی اور اس کی کوششیں بیکار کی تھکاوٹ ہوں گی اس کی بہترین مثال دور حاضر کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اپنی دعوت کے لئے وہ منہج متعین کیا جو انبیاء علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے اور ان میں سے اکثر جماعتوں نے عقیدے کے معاملے میں غفلت برتی، اصول کو چھوڑ کر چند گوشوں کی اصلاح کی دعوت دینی شروع کر دی، ایک جماعت نے سیاست اور حکومت کی اصلاح کی دعوت سے اپنی تحریک کو شروع کیا اور لوگوں پر شریعت کی حکمرانی اور حدود قائم کرنے کا مطالبہ کرنے لگی یہ ایک اہم زاویہ ہے لیکن سب سے زیادہ اہم نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چور اور زانی پر شرعی احکام کے نفاذ کا مطالبہ، مشرک پر اللہ کے حکم کے نفاذ سے پہلے کیا جائے؟ بکری اور اونٹ کے لئے لڑنے والوں پر اللہ کے فیصلے کا نفاذ، قبروں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد کرنے اور اس کی صفات کو معطل کرنے اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والوں سے پہلے کیا جائے؟ کیا یہ لوگ زیادہ مجرم ہیں یا وہ لوگ جو زنا کاری، شراب نوشی اور چوری میں ملوث ہیں؟ بے شک یہ جرائم بندوں کے حق میں بُرے ہیں اور شرک اور اللہ کے اسماء و صفات کی نفی، خالق کے حق میں بُری ہے اور خالق کا حق مخلوق کے حق پر مقدم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”یہ گناہ تو حید کی صحت کے ساتھ بہتر ہیں اس سے کہ یہ گناہ نہ ہوں اور تو حید میں فساد ہو۔“ (الإستقامة: ۱/۴۶۶)

ایک جماعت ہے جو دعوت کا کام سرانجام دے رہی ہے، لیکن وہ اس منہج پر چل رہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے یہ جماعت عقیدہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، بس اس نے عبادت کے چند گوشوں کا احاطہ اور صوفی منہج کے مطابق کچھ ذکر و اذکار کی مشق کر لی ہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ نکلنے اور سیاحت کرنے کی ترغیب دیتی ہے ان کے پاس اہمیت اسی کی ہے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ باہر نکالا جائے چاہے انکے عقائد جیسے بھی ہوں یہ تمام نئے

طریقے ہیں جو وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں سے پیغمبروں کی دعوت ختم ہوتی ہے ان کی مثال اس ڈاکٹر کی سی ہے جو ایسے جسم کا علاج کر رہا ہے جس کا سرتن سے جدا ہو چکا ہے اس لئے کہ دین میں عقیدے کا مقام جسم میں سر کی طرح ہے اس جماعت سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کا منہج جاننے کے لئے کتاب و سنت کی طرف پلٹیں اور اپنی فکر کو صحیح کر لیں۔

حکومت اور اقتدار جو دوسری جماعت کی دعوت کا محور ہے جس کی جانب ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے علاوہ تمام چیزوں کی عبادت کو چھوڑا جائے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ اللہ نے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے وعدہ کر چکا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ خلیفہ بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جمادے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے اور انکے (موجودہ) خوف کو امن سے بدل دے گا (تاکہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں جس نے اسکے بعد انکار کی روش اپنائی پھر ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔ کیا یہ لوگ ملک کو بت پرست عقائد میں دوں کی عبادت اور درگاہوں سے تعلق کو (جو) لات عزیزی اور منات کی پرستش سے کچھ بھی مختلف نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے) پاک کرنے سے پہلے اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں؟ گویا یہ ایک ایسی کوشش ہے جو کبھی بار آور نہیں ہوگی:

وَمَن طَلَبَ الْعِلْمَ مِنْ غَيْرِ كَدٍّ أَضَاعَ الْعَمْرَ فِي طَلَبِ الْمَحَالِّ

جو مشقتوں کے بغیر بلند درجے حاصل کرنا چاہتا ہے گویا اس نے اپنی عمر ایک ناممکن کام میں گنوا دیا۔

بے شک شریعت کی حاکمیت حدود اور اسلامی اسٹیٹ کا قیام حرام سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی یہ تمام توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل اور اسکے تابع ہیں پھر کیسے تابع کا تو اہتمام کر لیا جائے لیکن اصل کو چھوڑ دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان جماعتوں کے دعوت کے طریقے میں انبیاء علیہم السلام کے منہج کی مخالفت پائی

جاری ہے وہ اسی لئے اس منہج سے ناواقف ہیں اور جاہل کے لئے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ داعی بنے، کیونکہ دعوت کے اہم شروط میں سے ایک شرط علم ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ تم کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، بصیرت سے میں بھی اور متبعین بھی اور اللہ پاک ہے، مشرکین سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی قابلیت میں سب سے اہم علم ہے، بہت سے وہ لوگ جو دعوت کی طرف منسوب ہیں اگر ان میں سے کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اسلام کیا ہے اور وہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟ تو وہ صحیح جواب بھی نہیں دے سکیں گے، تو پھر ایسے لوگوں کے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ داعی بنیں؟

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جماعتیں خود آپس میں ایک دوسرے سے دست بگریباں ہیں، کیونکہ ہر جماعت کا پلان اور منہج دوسری جماعت سے مختلف ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کے منہج سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا منہج ایک ہے اس میں نہ تو کوئی تقسیم ہے اور نہ اختلاف۔ جیسا کہ فرمانِ باری ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ آپ کہہ دیں یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بصیرت سے بلا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر ﷺ کے متبعین اسی ایک راہ پر گامزن ہیں اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ اختلاف ان میں ہے جو اس منہج کی مخالفت کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشادِ الہی ہے: ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ یہ میری سیدھی راہ ہے، تم اسی کی پیروی کرو دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اُس (اللہ) کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی مختلف جماعتیں خود دین کے لئے خطرہ اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اس لئے یہ ضروری ہو گیا تھا ان کے اختلاف کو واضح کیا جائے اور بتلایا جائے کہ ان کے اس اختلاف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ فرمانِ تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِبَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے آپ (محمد ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلام دین پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الہی ہے: ﴿إِنَّ أَفْئِمَّةَ الدِّينِ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ دین قائم کرو اور

آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ اللہ کی رسی کو تمام مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ کا شکار نہ بنو۔

جب اس حقیقت کو منکشف کرنا لازم اور ضروری ہو گیا تو باغیرت اور محقق علماء کی ایک جماعت کھڑی ہو گئی تاکہ ان جماعتوں کو انکی غلطیوں سے آگاہ کرے اور دعوت الی اللہ میں انکی انبیاء علیہم السلام کے منہج سے مخالفت کو واضح کرے تاکہ وہ حق کی طرف پلٹیں اس لئے کہ حق مومن کا گم شدہ مال ہے تاکہ ان جماعتوں سے وہ شخص ہو کہ نہ کھائے جو انکی غلطیوں سے آگاہ نہیں ہے جن علماء نے اللہ کے رسول ﷺ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے: "...الَّذِينَ النَّصِيحَةُ" الَّذِينَ النَّصِيحَةُ "قلنا: لمن يا رسول الله؟ قال

"الله" و لکتابہ "ولرسوله" ولأئمة المسلمين وعامتهم"" "دین خیر خواہی کا نام ہے دین خیر خواہی کا نام ہے دین خیر خواہی کا نام ہے" ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا

"اللہ کی اس کی کتاب کی اس کے رسول کی مسلمانوں کے سربراہوں کی اور عام مسلمانوں کی"۔..... اس عظیم

مہم کو سرانجام دیا ان جماعتوں کی حقیقت کو کھول کھول کر بیان کیا اور امت کی خیر خواہی کی انہیں میں سے ایک

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ربیع بن ہادی المدخلی ہیں جنہوں نے زیر نظر کتاب کو "منہج الانبیاء فی الدعوة إلى

الله" فیہ الحکمة والعقل کے نام سے لکھا۔ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کا اسلوب وہی ہے جو اللہ کی کتاب

اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں ہے آپ نے اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے منہج کا مخالف جماعتوں

کے منہج سے مقابلہ کیا ہے تاکہ ان جماعتوں کے پیغمبروں کے مخالف منہج کا فرق واضح ہو جائے اور ان مناہج کا

کتاب و سنت کے شواہد اور مثالوں سے منصفانہ علمی مؤاخذہ کیا ہے۔ الحمد للہ! آپ کی کتاب مقصد کو پورا کرنے

والی حق کے طلب گار کے لئے کافی اور ہر متعصب و متکبر پر حجت اور دلیل ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں

کہ وہ انہیں اس عمل پر اجر عطا کرے اور اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اللہ کی بے شمار رحمتیں

اور سلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد پر اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔

(فضیلۃ الشیخ) صالح بن فوزان

الأستاذ بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

مصنف ایک نظر میں

نام و نسب: دکتور ربیع بن ہادی بن عمیر المدخلی القحطانی۔ آپ کا قبیلہ ”المداخلۃ“ سعودی عرب کے جنوبی علاقے میں واقع مشہور قبائل میں سے ایک ہے، جس کا تعلق قبیلہ قحطان کی مشہور شاخ ”بنی شبیل“ سے ہے یعنی شبیل بن یثجب بن یعر ب بن قحطان۔

ولادت: آپ ۱۳۵۲ھ کو سرزمین سعودی عرب میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: حصول علم کا آغاز اپنے قریہ کے حلقہء تعلیم سے کیا، آٹھ برس کی عمر میں شہر ”صامطہ“ میں شیخ قراوی رحمہ اللہ کے گھر میں واقع مدرسہ سلفیہ میں داخلہ لیا، جہاں سے قرآن کریم، تجوید اور عقیدہ توحید کا علم حاصل کیا اور فن خطاطی میں مہارت حاصل کی، بعد ازاں اسی شہر کے ”المعهد العلمی“ سے تعلیم حاصل کیا، جہاں آپ نے چھوٹی سی عمر میں ہی مختلف اساتذہ فن اور مشائخ سے عربی ادب، علم بلاغت، علم عروض، عقیدہ کی کتابیں، بلوغ المرام، نزہۃ النظر اور فقہ کی کتاب زاد المستفقع وغیرہ پڑھ لی تھیں، پھر عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی ”الجامعة الإسلامية بمدينة المنورة“ میں کلیۃ الشریعہ سے لیسانس (B.A) کیا اور یہیں سے ایم اے کرنے کے بعد آپ نے ”جامعة أم القرى“ مکہ المکرمۃ سے ”دکتوراہ“ (Phd) کی ڈگری حاصل کی، بعد ازاں مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الحدیث میں پروفیسر مقرر ہوئے، جہاں آپ کو دراسات العلیا کی قسم السنۃ کی صدارت، بعد ازاں استاذ کرسی کے اعزازات سے نوازا گیا۔

اساتذہ و شیوخ: آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست تو بہت طویل ہے، لیکن بالاختصار مدینہ یونیورسٹی میں آپ کے چند مشائخ کرام و اساتذہ عظام کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ مفتی عالم اسلام، شیخ الإسلام علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، رحمہ اللہ.
 - ۲۔ العلامة الكبير والمحدث الجليل، الشيخ ناصر الدين الألبانی، رحمہ اللہ.
 - ۳۔ العلامة، الشيخ حافظ بن أحمد الحکمی، رحمہ اللہ.
 - ۴۔ الشيخ، العلامة أحمد بن يحيى النجمی، حفظہ اللہ.
 - ۵۔ الشيخ، المحدث، العلامة عبد المحسن بن حمد بن العباد، حفظہ اللہ.
 - ۶۔ حضرة العلام، شيخ الحديث حافظ محمد گوندلوی، رحمہ اللہ.
 - ۷۔ فضيلة الشيخ، حضرت مولانا عبد الغفار حسن، حفظہ اللہ، وغيرہم.
- تلامذہ:** شیخ محترم کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، جنہوں نے آپ سے مختلف اوقات میں کسب فیض کیا، شیخ ابن باز کے حکم پر ہندوستان میں جامعہ سلفیہ بنارس میں آپ نے تقریباً دو سال (غالباً ۱۹۷۳/۱۹۷۲) تدریس کے فرائض انجام دیا، ہندوپاک میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی جانب سے مختلف اوقات میں منعقد ہونے والے دورات تدریسیہ میں حصہ لینے والے ہزاروں برصغیر کے طلبہ نے آپ سے خوشہ چینی کی (۱۹۹۰ میں جامعہ محمدیہ منصورہ مالگواں میں منعقد ہونے والے دورہء تدریسیہ میں مترجم کو بھی اللہ تعالیٰ نے شیخ محترم سے کسب فیض کا مختصر موقعہ عطا فرمایا، جب کہ احقر جامعہ مذکورہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا) یوں تو ہر وقت آپ کی رہائش گاہ پر تشنگانِ علوم نبوت کی بھیڑ لگی رہتی ہے، محترم شیخ کو اللہ تعالیٰ نے اسلاف کے وقار، تواضع، زہد و تقویٰ، طلبہ سے محبت اور بؤد و کرم سے حظ وافر عطا کیا ہے، عصر حاضر اور ماضی قریب کے معروف علماء مثلاً شیخ ابن باز، علامہ البانی، شیخ صالح العثیمین اور شیخ صالح الفوزان نے آپ کی خدمات کو سراہا اور آپ کی تالیفات سے استفادہ کرنے کی تلقین کی ہے۔

تالیفات: شیخ محترم نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ذیل میں آپ کی چند مشہور مؤلفات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

- ۱۔ بین الإمامین مسلم والدار قطنی۔ یہ کتاب علوم حدیث سے متعلق ہے۔

۲. منہج الأنبياء في الدعوة الى الله فيه الحكمة والعقل .
۳. منہج أهل السنة والجماعة في نقد الرجال والكتب والطوائف .
۵. أهل الحديث هم الطائفة المنصورة والفرقة الناجية .
۶. تقسيم الحديث إلى صحيح وحسن وضعيف بين واقع المحدثين ومغالطات المتعصبين .

۷. منہج الإمام مسلم في ترتيب صحيحه .

۸. التعصب الذميم وآثاره .

نیز حضرت الشیخ نے درج ذیل کتابوں کی تحقیق بھی کی ہے۔

۱. النکت لابن حجر علی ابن صلاح . یہ کتاب علوم حدیث سے متعلق ہے۔

۲. التوسل والوسيلة، للشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله.

۳. المدخل إلى الصحيح للحاكم أبي عبد الله.

مذکورہ کتابوں کے علاوہ آپ کے اور کئی اصلاحی رسائل اور مضامین ہیں؛ جس میں آپ نے کتاب و سنت کی اہمیت اور عقیدہء سلف کی ضرورت پر زور دیا ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں علمی محاضرات کی کیٹیں بھی موجود ہیں؛ جس سے اہل علم فائدہ اٹھاتے اور عوام رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

متعنا الله بطول حياته ونفع به الإسلام والمسلمين . آمين يا رب العالمين .

شیخ عبد الخالق مدنی

الکویت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مصنف

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَغِیْنِہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاَتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّہْدِہٖ اللّٰہُ فَلَا مَضَلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یَضِلَّلْہٗ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ، وَاشْہِدْ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، وَاشْہِدْ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، اَرْسَلْہٗ بِالْہِدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لَیْظْہِرَہٗ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ . وَبَعْدُ .

اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے مجھے چند وجوہات کی بنا پر مجبور ہونا پڑا جن میں سے اہم یہ ہیں۔
(۱) امت اسلامیہ عقائد اور دیگر امور شرعیہ میں کئی زاویوں میں منقسم ہو چکی ہے، اس کے راستے الگ ہو گئے ہیں، نزاعی معاملات میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو حکم نہ بنانے کی وجہ سے اسکی صفوں میں انتشار پڑ گیا، آپس میں اختلافات کی آگ بھڑک اٹھی، پھر اسلام دشمن طاقتیں انکے ننوں اور ملکوں پر غالب آ گئیں جنہوں نے انکی عزتوں کو پامال کیا انہیں غلام بنایا اور ذلیل کیا، اللہ جانے یہ سلسلہ اور کہاں تک دراز ہوگا۔

(۲) مسلمانوں کی اصلاح اور انہیں ذلت اور ادبار سے نکالنے کے لئے اسلامی میدان میں کچھ قائدین نئی فکر اور نئے راستوں سے داخل ہوئے، جن میں چند سیاسی قائدین ہیں اور چند فکری اور روحانی، ان تمام نکتہبائے نظر اور مکاتب فکر کے پیش کرنے والوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں کی پیش کردہ فکر ”اسلامی منہج“ ہے جس کی اتباع واجب ہے، اس فکر کے علاوہ اور کوئی فکر امت کو اسکے زوال سے نہیں نکال سکتی۔

ان دونوں اسباب کے علاوہ اور کئی محرکات نے مجھے یہ عظیم اور اہم فریضہ ادا کرنے پر ابھارا کہ میں ”دعوت الی اللہ کا پیغمبرانہ اسلوب“ کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کروں اور اس منہج کی خوبیاں بیان کروں جو اپنے آپ میں یکتا و منفرد ہے اور صرف اسی کی اتباع پر زور دوں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ

تک پہنچنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کا یہی ایک تنہا راستہ ہے اور یہی اُمتِ مسلمہ کو زوال سے نکال کر دنیا کی سیادت اور آخرت کی سعادت تک پہنچانے کا واحد راستہ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ خالق باری، علیم و حکیم ہے اس نے اس عظیم کائنات کو بیکار یا کھلواڑ کے طور پر نہیں بلکہ ایک عظیم کام اور نیک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، پھر اپنے لامحدود علم سے اسکی تدبیر کی اور بلیغ حکمت سے اُسے منظم کیا۔ فرمانِ الہی ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْغَيْبِ ۖ وَمَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الدُّخَان: ۳۸/۳۹)

ترجمہ: ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا، بلکہ ہم نے انہیں برحق پیدا کیا ہے لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے جن دُعا کو پیدا کر کے اُس عظیم حکمت اور بڑے مقصد کی نشان دہی کی جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے فرمانِ تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ وَمَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا﴾ (الذَّارِيَات: ۵۶/۵۷)

ترجمہ: میں نے جن اور انس کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں نہ میں اُن سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ وہ مجھے کھلائیں۔

نیز ارشاد ہے: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾ (المؤمنون: ۱۱۵/۱۱۶)

ترجمہ: کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟ پس بلند و بالا ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، کوئی معبود برحق نہیں سوائے اُس کے وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

نیز فرمانِ الہی ہے: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ (القیامۃ: ۳۶)

ترجمہ: کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے اُسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔ (یعنی اُسے کوئی حکم نہیں دیا جائے گا اور

کسی چیز سے روکا نہیں جائے گا) پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاتِ لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿(الملک: ۲/۱) ترجمہ: نہایت بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے جس نے موت اور حیات کو ایجاد کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ اور وہ زبردست بھی ہے اور بخشنے والا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے انسانوں کو یہ آزمائے کے لئے پیدا کیا ہے کہ کون اس کے منج کے تابع رہ کر اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کر کے اچھے اعمال کرتا ہے؟ فرمان الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿(البقرة: ۲۱/۲۲)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بنایا اور آسمان کا چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے (مختلف قسم کے) پھل تمہارے لئے بطور رزق نکالے پھر تم جانتے ہو جتھے اللہ کے مد مقابل نہ بناؤ۔

پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کمر کس لیں جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں بتلایا کہ اس نے ان کے لئے وہ تمام اسباب وافر مقدار میں مہیا کئے ہیں جو ان کے لئے اس عظیم مقصد کے قیام میں معین و مددگار ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس مقصد سے ہٹنے اور ان عظیم نعمتوں کی ناقدری سے یہ کہہ کر ڈرایا کہ ”یہ سب جانتے ہو جتھے تم اللہ کے مد مقابل نہ بناؤ“۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرُوجِ الْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (الإسراء: ۷۰)

ترجمہ: ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں عطا کیں اور انہیں پاکیزہ

چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی۔

انسان کو اس اکرام سے نوازے جانے اور اُسے اس بلند مقام پر فائز کرنے کا مقصد وہی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا یعنی صرف اکیلے اللہ کی عبادت اس کی تعظیم اور تمام نقائص اور شریکوں سے اس کی تنزیہ ہے اللہ تعالیٰ ان تمام (عیوب نقائص اور شریکوں) سے بہت بلند ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے درجے کو اس قدر بلند کیا کہ ساری کائنات کو اسی کی راحت اور خدمت کے لئے لگا دیا، اب اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقررہ کام کو انجام دے اور اپنے اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ فرمان باری ہے:

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَالَ ۖ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۖ وَآتَاكُم مَّا سَأَلْتُمُوهُ إِن تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم: ۳۱/۳۲)

(اے محمد ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہیں جو ایمان لائے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں، اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی دوستی (کام آئے گی)۔ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، آسمان سے پانی برسا یا پھر تمہاری روزی کے لئے اس کے ذریعے پھل نکالے اور کشتی کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے پھرے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو لگا دیا جو برابر چل ہی رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں تمہاری منہ مانگی کُل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے، یقیناً انسان بڑا ظالم اور ناشکر ہے۔

(شیخ) ربیع ہادی عمیر المدخلی (المدينة المنورة)

عقل و فطرت کی بخشش

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل جیسی عظیم نعمت عطا کر کے اسے تمام مخلوقات میں سرفراز فرمایا، اسی نعمت کی وجہ سے وہ اللہ کے فرامین پر عمل کرنے کا مکلف بنا اور شریعت کے فہم و ادراک کا اہل قرار پایا، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو فطرتِ سلیمہ سے نوازا جسکی رہنمائی دینِ حق اور وحیء مبارک کے ذریعے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلسل کرتے چلے آئے۔ فرمان الہی ہے:

﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الروم: ۳۱)

ترجمہ: پس آپ یکسو ہو کر اپنے چہرے کو دین کی طرف کر دیں، اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بناوٹ بدل نہیں سکتی، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه كما تنتج البهيمة بهيمة جمعاء فهل تحسنون فيها من جدعاء؟“ ثم يقول ابو هريرة رضي الله عنه فطرة الله التي فطر الناس عليها الآية .

(بخاری: کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۸۵، کتاب التفسیر ۴۷۷۵، مسلم:

کتاب القدر ۲۳۱۲۲، أبو داؤد: کتاب السنۃ ۴۷۱۳، مسند أحمد: ج ۲/۳۱۵، ۳۹۳، ۳۲۶

۲۷۵، ۲۳۳، مؤطا امام مالک: ج ۱/۴۴۲).

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا فطرت (فطرت سے مراد تمام سلف صالحین اور اہل علم کے نزدیک اسلام ہے) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں، جیسے کہ جانور اپنی ماں کے

پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کسی کو کان یا ناک کٹا پاتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فطرۃ اللہ الّتی فطر النّاس علیہا..... لآیۃ کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عیاض بن حمار الجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ رَبِّيْ أَمَرَنِي أَنْ أَعْلَمَكُم مَّا جَهِلْتُمْ ، مِمَّا عَلَّمَنِي فِي يَوْمِيْ هَذَا : كُلَّ مَالٍ نَحَلْتَهُ عِبَادِي حَلَالٌ ، وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حَنْفَاءَ كَلْهَمٍ وَانْتَهَمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَنَلْتَهُمْ عَنْ دِينِهِمْ ، وَحَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَلْتُ لَهُمْ ، وَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يَشْرَكُوا بِي مَا لَمْ أَنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا “ . (مسلم : ۲۱۹۷/۳ . كتاب الجنة باب الصفات الّتی يعرف بها اهل الجنة واهل النار فی الدنيا ، حدیث نمبر ۶۳)

ترجمہ: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم بے خبر ہو میرے رب نے آج مجھے یہ بتلایا ہے: ”ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے حلال ہے میں نے میرے تمام بندوں کو حنفاء (مسلمان) بنا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین نے انہیں دین سے دور کر دیا، ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے حلال کی تھیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک کریں جس کے متعلق میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔“

انسان کی عزت افزائی پیغمبروں اور آسمانی کتابوں سے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فطرت اور عقل کے ہی سپرد نہیں کیا بلکہ انکے پاس خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھی بھیجتا رہا، ان پر کتابیں نازل کیں تاکہ اختلاف کی صورت میں لوگ ان کی طرف رجوع کریں، ان کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے بلکہ ان پر حجت قائم ہو، انبیاء علیہم السلام کو روانہ کرنے کے بعد اللہ پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کو مکلف کیا کہ وہ ان پُختے ہوئے بندوں کی اطاعت کریں، انکے نقش قدم پر چلیں اور ان کے احکام کے آگے سرِ اطاعت خم کریں، جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان سے ٹکرائے دنیا میں ان پر سخت عذاب نازل کیا اور آخرت کا کبھی نہ ختم ہونے والا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ کیا پیغامات ہیں جسے انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا؟ وہ پیغامات ہر بھلائی پر محیط اور ہر برائی سے دور رکھنے والے تھے، انہوں نے انسانیت کو وہ سب کچھ عطا کیا جس میں ان کی دنیوی اور آخری بھلائی ہے، کوئی نیکی ایسی نہیں جسے انہوں نے نہ بتلایا ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے انہوں نے انسانوں کو نہ ڈرایا ہو۔

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما، قال: كنّا فى سفر، فنزلنا منزلا، فمنا من يصلح خبائه، ومنا من ينتضل، ومنا من هو فى جشره، إذ نادى منادى رسول الله ﷺ فقال: "إنه لم يكن نبى قبلى إلا كان حقا عليه ان يدلّ أمته على ما يعلمه وينذرهم شرّ ما يعلمه لهم، وإنّ أمتكم هذه جعل عافيتها فى أولها وسيصيب آخرها بلاء وأمور تنكرونها، وتجىء فتن فيرقق بعضها بعضا، وتجىء الفتنة فيقول المؤمن: "هذه مهلكتى" ثم تنكشف، وتجىء الفتنة، فيقول المؤمن: "هذه هذه"

فمن أحب أن يزحزح عن النار ويدخل الجنة فلتأته منيته وهو يؤمن بالله واليوم الآخر، وليأت إلى الناس الذي يحب أن يؤتى إليه، ومن بايع إماماً فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه، فليطعه إن استطاع، فإن جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر“.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں! ہم نے ایک سفر میں پڑاؤ ڈالا ہم میں سے کوئی اپنا خیمہ درست کرنے لگا، کوئی تیر اندازی کرنے لگا اور کوئی اپنے جانور چرانے لگا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی ”الصلاة جامعة“ ہم جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا! ”مجھ سے پہلے جو بھی پیغمبر گزرے ہیں ان پر فرض تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ نیکی بتلائیں جو وہ جانتے ہیں اور ہر اُس برائی سے ڈرائیں جو وہ ان کے لئے جانتے ہیں، اس امت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے انکے پہلے لوگوں میں رکھی ہے، بعد کے لوگوں پر مصائب آئیں گے اور ایسے معاملات جو تم کو بُرے لگیں گے اور ایسے فتنے درپیش آئیں گے جن میں سے ہر گز راہِ افتنہ آنے والے فتنہ کے آگے بچ ہوگا، کوئی فتنہ اٹھے گا تو مومن کہے گا! ”یہ تو میری تباہی ہے“ دوسرا آئے گا تو مومن کہے گا! ”یہی ہے یہی ہے“ جو دوزخ سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو اور جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُسے اپنا عہد و پیمان اور دل کا پھل دیا ہو جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے، اگر کوئی دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو دوسرے کی گردن مار دو۔“

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہر بھلائی پر مشتمل ہے اور ہر بُرائی سے ڈرانے والی ہے، لیکن اس دعوت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اور اختتام کہاں پر؟ اور اس دعوت کے کونسے ایسے اصول و قواعد ہیں جن پر یہ دعوت مرکوز ہے؟

لوگوں تک دعوت الی اللہ پہنچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا نکتہء آغاز ان اصول و قواعد سے تھا۔

1) توحید (2) رسالت (3) آخرت۔ یہی تین اصول ان کی دعوت کا خلاصہ اور بنیاد ہیں، قرآن مجید نے انہی تین اصول کا سخت اہتمام کیا ہے اور انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے یہی وہ مدار ہے جس پر سارا

قرآن گردش کر رہا ہے اور ان ہی کے اثبات کے لئے عقلی و حسی دلائل دئے گئے ہیں، تمام سورتیں، اکثر واقعات اور مثالیں انہیں کے اثبات کے لئے ہیں، قرآن کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جو عقل و فہم اور حسن تدبیر کی دولت سے مالا مال ہو اس کو محسوس کر سکتا ہے، صرف قرآن ہی نہیں بلکہ یہی کیفیت تمام آسمانی کتابوں اور شریعتوں کی ہے۔

ان تینوں اصول میں سب سے اہم اور عظیم اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، جس پر قرآن مجید کی اکثر سورتیں مشتمل ہیں بلکہ اس کی تین مشہور قسموں (ربوبیت، اُلُوہیت، اسماء و صفات) پر قرآن مجید کی سورت مشتمل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہر سورہ توحید اس کے حقوق، اس کی جزا اور شرک و مشرکین کے عذاب پر مشتمل ہے اس طرح قرآن مجید میں

1۔ اگر اللہ کے اسماء و صفات کی خبر ہے تو یہ توحید علمی و خبری ہے۔ (جس کا علم اور خبر رکھنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے)

2۔ اگر صرف اللہ ہی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودانِ باطل کو چھوڑ دینے کا مطالبہ ہے تو وہ توحید ارادی ہے جو بندوں سے مطلوب ہے۔

3۔ اگر اوامر، نواہی اور اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کے احکام ہیں تو یہ توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل ہیں۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہل توحید کی دنیا اور آخرت میں عزت افزائی کے تعلق سے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ توحید کا صلہ ہے۔

5۔ مشرکین کی دنیوی سزا اور آخرت کے عذابِ شدید کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے وہ توحید کے احکام نہ ماننے کی سزا ہے۔

غرض یہ کہ سارا قرآن توحید کے ذکر سے بھرپور ہے۔

توحید الٰہیت کی اہمیت

توحید الٰہیت اور اس کی اہمیت کو میں دو اسباب کی وجہ سے ذکر کروں گا:

1۔ اس حیثیت سے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اہم ترین سرمایہ ہے، یہی وہ رزم گاہ ہے جس میں ہر قوم کے پیغمبر اور ان کے معاندین اور متکبرین باہم برسرِ پیکار رہے اور یہی موضوع قیامت کی صبح تک اہل حق اور اہل باطل کے درمیان معرکہ کا باعث بنا رہے گا اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وارثین کی قدر و منزلت بلند کرتا رہے گا۔

2۔ اس حیثیت سے کہ دنیا کے جاہل مسلمانوں کے متعلق اس توحید سے انحراف کا سخت خطرہ لاحق ہے صرف جاہل ہی نہیں بلکہ وہ لوگ جو ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور علم کے دعویدار ہیں ان کے متعلق بھی یہی خدشہ ہے۔

ہم پہلے انبیاء علیہم السلام کی عام دعوت پیش کرتے ہیں پھر چند پیغمبروں کی خاص صفات کی حامل دعوت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَن هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَن حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے) سے بچو پھر بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی مسلط ہو گئی، تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے، پس تم میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ کئی انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۹۲) یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ نیز فرمانِ باری ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ ﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ (المؤمنون: ۵۱/۵۲) ترجمہ: اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اس لئے تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم اس آیت ﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں ”دینکم واحد“ یعنی تمہارا دین ایک ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۶۵/۵)

ان دونوں آیتوں کی تشریح حدیث میں یوں ہے: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرۃ“، ”الانبیاء اخوة لعلائت“، ”امہاتہم شتی و دینہم واحد“ (اخرجه البخاری فی التاريخ الكبير ۵/ ۳۳۷، مسند احمد: ۵/ ۱۷۸، ۱۷۹، طبرانی: ۸/ ۲۵۸، المورد لابن حبان حدیث ۲۰۵۸) ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی سند مسلم کی شرط پر ہے۔

ترجمہ: میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ہوں، تمام انبیاء علیہم السلام علاقائی بھائی (جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف) ہیں، ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں لیکن دین ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ اولوالعزم پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۗ اللَّهُ يَجْتَبِي

إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ (شوری: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جسے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا اور جوہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، مشرکین کو جس چیز کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں وہ گمراہی گذر رہی ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

یہ تمام پیغمبروں بشمول اولوالعزم من الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا خلاصہ ہے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتی ہے (التاریخ الکبیر للبخاری: ۵/۳۳۷۔ مسند احمد ۵/۱۷۹۱۷۸)

تمام پیغمبر اپنی دعوت میں ایک ہی منہج پر چلتے تھے ان کی پکار ایک ہی تھی یعنی۔ توحید۔ یہی وہ مقدس امانت ہے جسے اس مقدس گروہ نے مختلف زمانوں، مختلف مکانات، مختلف فضاؤں اور مختلف نسلوں کی انسانیت تک پہنچایا اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا منہج ہی وہ راستہ ہے جس پر دعوت الی اللہ کے لئے چلنا ضروری ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کے لئے فرض کر دیا، اس میں نہ تو تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی اس راہ سے ہٹنا جائز ہے۔

بعض پیغمبروں کی دعوت کے نمونے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعض عظیم پیغمبروں کے تعلق سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس منہج پر چلتے ہوئے کس طرح اپنی قوم کا سامنا کیا اور گمراہوں کا مقابلہ کیا اور ان کی دعوت مشکل ترین مراحل میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ منہج سے نہیں ہٹی۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام کی دعوت کا تذکرہ کرتے فرماتا ہے۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ☆ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ☆ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ☆ أَوْعَجِبْتُمْ أَن جَاءَ كُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ☆ فَكَذَّبُوهُ فَانْتَحِينَهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِّكَ وَأَعْرَفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ☆ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ☆ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ أَوْعَجِبْتُمْ أَن جَاءَ كُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۖ وَادْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنِّي ۖ بَعْدَ قَوْمِ نُوحٍ وَرَادَّكُمْ فِي الْخَلْقِ بِنِصْطَةٍ ۖ فَادْكُرُوا الْآيَةَ اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ☆ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ فَاتَّبِعْنَا بِمَا تَعِدُنَا ۖ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ☆ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَبِّكُمْ رَجْسٌ وَعَصَيْتُمْ ۖ فَاتَّحَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا

انزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۖ فَانْتَضَرُوا أَنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنتَظِرِينَ ۖ فَانْحَنَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا ۖ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٥٩﴾ (الاعراف: ۵۹-۷۲)

ترجمہ: ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، یقیناً میں تم پر ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا! ہمارا خیال ہے کہ تم صریح گمراہی میں ہو۔ آپ نے کہا! اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ رب العالمین کا رسول ہوں، میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں اپنی ہی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے تمہارے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم پر ہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا، ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ جو کشتی میں تھے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا انہیں ڈبو کر کے رکھ دیا، بے شک وہ لوگ اندھے تھے۔

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ھود کو بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم (اس کے عذاب سے) نہیں ڈرتے؟ اس کی قوم کے سربراہ آوردہ کافروں نے کہا! ہم تمہیں کم عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔ اس نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں ہے بلکہ میں سارے جہاں کے مالک کا بھیجا ہوا رسول ہوں، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں تمہارے پروردگار کی جانب سے نصیحت ایک ایسے شخص کی معرفت آئی جو خود تمہاری اپنی قوم کا ہے تاکہ وہ تم کو (اس کے عذاب سے) ڈرائے اور (اللہ کے اس احسان کو) یاد کر دے کہ اس نے تم کو قوم نوح کا جانشین بنایا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ دیا تو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں؟ اچھا اگر تو سچا ہے تو پھر جس عذاب کا تو ہم سے وعدہ کر رہا ہے اسے لے آ۔ اس نے کہا: اب تم پر اللہ کا عذاب اور غضب آنے ہی والا ہے، کیا تم

مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرایا اور جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں بھیجی، پھر تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے ان کی جڑ کاٹ دی۔“

یہی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام کی تھی اس مقدس گروہ نے دعوت الی اللہ میں اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کو اولیت دی، اپنی قوموں سے (سوائے انکے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) تکذیب تمسخر اور استہزاء پایا۔ فرمان تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ﴾ ترجمہ: ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے نبی بھیجے اور جو بھی پیغمبران کے پاس آتا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔

پاک باز مومن نفوس پر تکذیب، ٹھٹھے اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانوں اور جسمانی تعذیب سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ عربی شاعر کہتا ہے:

و ظلم ذوی القربى اشدّ مضاضة على النفس من وقع الحسام المهند

ترجمہ: رشتہ داروں کا ظلم دل پر ہندی تلوار کی کاٹ سے زیادہ کاری زخم لگاتا ہے۔

ایک دن اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سوال کیا: ﴿هل اتى عليك يوما كان اشدّ عليك من يوم أحد؟﴾ فقال: ”لقد لقيت من قومك مالقيت“ و كان اشدّما لقيت منهم يوم العقبة“ اذ عرضت نفسى على ابن عبد ياليل بن عبد كلال“ فلم يجبنى ما أردت“ فانطلقت وأنا مهموم على وجهى“ فلم استفق إلا وأنا بقرن الثعالب“ فرفعت رأسى فإذا أنا بسحاب قد أظلمتني“ فنظرت فإذا هو جبريل“ فنادانى“ فقال: إن الله سمع قول قومك لك وما ردّوا إليك“ قد بعث الله إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم“ فنادانى ملك الجبال فسلم على ثم قال: ”يا محمد إن الله قد سمع قول قومك لك“ وأنا ملك الجبال“ وقد بعثنى ربى إليك لتأمرنى بأمرك فما شئت“ وإن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين“ فقال له ﷺ

”بل أرجو الله أن يخرج من أصلابهم من يعبد الله وحده ولا يشرك به شيئاً“ (بخاری، کتاب بدء الخلق، حدیث ۳۲۳۱، مسلم ۱۲۲۱/۳، باب ما لقى النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حدیث ۱۱۱)

ترجمہ: کیا آپ ﷺ پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سنگین تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین وہ مصیبت تھی جس سے میں گھاٹی کے دن دو چار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یلیل بن عبد کلال کے صاحب زادے پر پیش کیا، لیکن اس نے میری بات منظور نہ کی تو میں غم و الم سے نڈھال اپنے رُخ پر چل پڑا اور مجھے قرن ثعالب پہنچ کر ہی افاقہ ہوا، وہاں میں نے سراٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فلکس ہے، میں نے بغور دیکھا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے پکار کر کہا: ”آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا ہے اب اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں اسے جو حکم چاہیں دیں“ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: ”اے محمد ﷺ! آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا، اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، میرے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، اگر آپ چاہیں تو انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عز و جل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹہرائے گی۔“

سیرت نگاروں نے ان ٹھٹھا کرنے والوں کے بعض جوابات کو ذکر کیا ہے، جب رسول اللہ ﷺ ثقیف کے سرداروں اور شرفاء کے پاس پہنچے، وہ تین بھائی تھے عبد یلیل، مسعود اور حبیب، آپ ﷺ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان سے اسلام کی مدد اور کفار ان قریش کے خلاف اپنی مدد و تائید کے سلسلے میں بات کی۔ جواب میں ایک نے کہا: ”اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا ہو تو وہ کعبہ کا غلاف پھاڑے“ دوسرے نے کہا: ”کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملتا تھا؟“ تیسرے نے کہا: ”میں تم سے ہر گز بات

نہیں کروں گا، اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے انتہائی خطرناک ہے اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے۔“ (البداية والنهاية لابن كثير:

۱۳۵/۳. الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبد البر: ص ۳۵)

مذکورہ حدیث اور واقعے سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ پر مشرکین کے ٹھٹھے مذاق کا اثر ان ہولناک مصیبتوں، خونریز جنگوں اور روح کو لرزہ دینے والے معرکوں سے کہیں زیادہ تھا جن میں آپ کے جان نثار صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جنگ احد جس میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے جن میں حضرت مصعب بن عمیر اور آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بھی شامل ہیں، آپ کا سر مبارک توڑا گیا، دندان مبارک شہید کئے گئے، علاوہ ازیں آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو منافقین کی جانب سے اذیتیں سہنی پڑیں، ملکی زندگی میں جو مصائب آئے وہ الگ ہیں، بدروا حد کی کلفتیں اپنی جگہ پر، ان تمام مصائب کو تو آپ نے فراموش کر دیا لیکن طائف میں اہل طائف کی جانب سے آپ کو جس حقارت اور ٹھٹھے و مذاق کا سامنا کرنا پڑا اسے زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہیں کر سکے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا: ”أشد الناس بلاء الأنبياء، ثم الأمثل فالأمثل“

(ترمذی: باب ما جاء في الصبر على البلاء، حدیث ۲۳۹۸ ابن ماجہ: باب الصبر على البلاء، حدیث ۲۳

۳۰، دارمی: حدیث ۲۷۸۶، مسند احمد: ۱/۲۷۱، ۱/۲۷۲، ۱/۲۷۳، ۱/۲۷۴، ۱/۲۷۵، ۱/۲۷۶، ۱/۲۷۷، ۱/۲۷۸، ۱/۲۷۹، ۱/۲۸۰، ۱/۲۸۱، ۱/۲۸۲، ۱/۲۸۳، ۱/۲۸۴، ۱/۲۸۵، ۱/۲۸۶، ۱/۲۸۷، ۱/۲۸۸، ۱/۲۸۹، ۱/۲۹۰، ۱/۲۹۱، ۱/۲۹۲، ۱/۲۹۳، ۱/۲۹۴، ۱/۲۹۵، ۱/۲۹۶، ۱/۲۹۷، ۱/۲۹۸، ۱/۲۹۹، ۱/۳۰۰، ۱/۳۰۱، ۱/۳۰۲، ۱/۳۰۳، ۱/۳۰۴، ۱/۳۰۵، ۱/۳۰۶، ۱/۳۰۷، ۱/۳۰۸، ۱/۳۰۹، ۱/۳۱۰، ۱/۳۱۱، ۱/۳۱۲، ۱/۳۱۳، ۱/۳۱۴، ۱/۳۱۵، ۱/۳۱۶، ۱/۳۱۷، ۱/۳۱۸، ۱/۳۱۹، ۱/۳۲۰، ۱/۳۲۱، ۱/۳۲۲، ۱/۳۲۳، ۱/۳۲۴، ۱/۳۲۵، ۱/۳۲۶، ۱/۳۲۷، ۱/۳۲۸، ۱/۳۲۹، ۱/۳۳۰، ۱/۳۳۱، ۱/۳۳۲، ۱/۳۳۳، ۱/۳۳۴، ۱/۳۳۵، ۱/۳۳۶، ۱/۳۳۷، ۱/۳۳۸، ۱/۳۳۹، ۱/۳۴۰، ۱/۳۴۱، ۱/۳۴۲، ۱/۳۴۳، ۱/۳۴۴، ۱/۳۴۵، ۱/۳۴۶، ۱/۳۴۷، ۱/۳۴۸، ۱/۳۴۹، ۱/۳۵۰، ۱/۳۵۱، ۱/۳۵۲، ۱/۳۵۳، ۱/۳۵۴، ۱/۳۵۵، ۱/۳۵۶، ۱/۳۵۷، ۱/۳۵۸، ۱/۳۵۹، ۱/۳۶۰، ۱/۳۶۱، ۱/۳۶۲، ۱/۳۶۳، ۱/۳۶۴، ۱/۳۶۵، ۱/۳۶۶، ۱/۳۶۷، ۱/۳۶۸، ۱/۳۶۹، ۱/۳۷۰، ۱/۳۷۱، ۱/۳۷۲، ۱/۳۷۳، ۱/۳۷۴، ۱/۳۷۵، ۱/۳۷۶، ۱/۳۷۷، ۱/۳۷۸، ۱/۳۷۹، ۱/۳۸۰، ۱/۳۸۱، ۱/۳۸۲، ۱/۳۸۳، ۱/۳۸۴، ۱/۳۸۵، ۱/۳۸۶، ۱/۳۸۷، ۱/۳۸۸، ۱/۳۸۹، ۱/۳۹۰، ۱/۳۹۱، ۱/۳۹۲، ۱/۳۹۳، ۱/۳۹۴، ۱/۳۹۵، ۱/۳۹۶، ۱/۳۹۷، ۱/۳۹۸، ۱/۳۹۹، ۱/۴۰۰، ۱/۴۰۱، ۱/۴۰۲، ۱/۴۰۳، ۱/۴۰۴، ۱/۴۰۵، ۱/۴۰۶، ۱/۴۰۷، ۱/۴۰۸، ۱/۴۰۹، ۱/۴۱۰، ۱/۴۱۱، ۱/۴۱۲، ۱/۴۱۳، ۱/۴۱۴، ۱/۴۱۵، ۱/۴۱۶، ۱/۴۱۷، ۱/۴۱۸، ۱/۴۱۹، ۱/۴۲۰، ۱/۴۲۱، ۱/۴۲۲، ۱/۴۲۳، ۱/۴۲۴، ۱/۴۲۵، ۱/۴۲۶، ۱/۴۲۷، ۱/۴۲۸، ۱/۴۲۹، ۱/۴۳۰، ۱/۴۳۱، ۱/۴۳۲، ۱/۴۳۳، ۱/۴۳۴، ۱/۴۳۵، ۱/۴۳۶، ۱/۴۳۷، ۱/۴۳۸، ۱/۴۳۹، ۱/۴۴۰، ۱/۴۴۱، ۱/۴۴۲، ۱/۴۴۳، ۱/۴۴۴، ۱/۴۴۵، ۱/۴۴۶، ۱/۴۴۷، ۱/۴۴۸، ۱/۴۴۹، ۱/۴۵۰، ۱/۴۵۱، ۱/۴۵۲، ۱/۴۵۳، ۱/۴۵۴، ۱/۴۵۵، ۱/۴۵۶، ۱/۴۵۷، ۱/۴۵۸، ۱/۴۵۹، ۱/۴۶۰، ۱/۴۶۱، ۱/۴۶۲، ۱/۴۶۳، ۱/۴۶۴، ۱/۴۶۵، ۱/۴۶۶، ۱/۴۶۷، ۱/۴۶۸، ۱/۴۶۹، ۱/۴۷۰، ۱/۴۷۱، ۱/۴۷۲، ۱/۴۷۳، ۱/۴۷۴، ۱/۴۷۵، ۱/۴۷۶، ۱/۴۷۷، ۱/۴۷۸، ۱/۴۷۹، ۱/۴۸۰، ۱/۴۸۱، ۱/۴۸۲، ۱/۴۸۳، ۱/۴۸۴، ۱/۴۸۵، ۱/۴۸۶، ۱/۴۸۷، ۱/۴۸۸، ۱/۴۸۹، ۱/۴۹۰، ۱/۴۹۱، ۱/۴۹۲، ۱/۴۹۳، ۱/۴۹۴، ۱/۴۹۵، ۱/۴۹۶، ۱/۴۹۷، ۱/۴۹۸، ۱/۴۹۹، ۱/۵۰۰، ۱/۵۰۱، ۱/۵۰۲، ۱/۵۰۳، ۱/۵۰۴، ۱/۵۰۵، ۱/۵۰۶، ۱/۵۰۷، ۱/۵۰۸، ۱/۵۰۹، ۱/۵۱۰، ۱/۵۱۱، ۱/۵۱۲، ۱/۵۱۳، ۱/۵۱۴، ۱/۵۱۵، ۱/۵۱۶، ۱/۵۱۷، ۱/۵۱۸، ۱/۵۱۹، ۱/۵۲۰، ۱/۵۲۱، ۱/۵۲۲، ۱/۵۲۳، ۱/۵۲۴، ۱/۵۲۵، ۱/۵۲۶، ۱/۵۲۷، ۱/۵۲۸، ۱/۵۲۹، ۱/۵۳۰، ۱/۵۳۱، ۱/۵۳۲، ۱/۵۳۳، ۱/۵۳۴، ۱/۵۳۵، ۱/۵۳۶، ۱/۵۳۷، ۱/۵۳۸، ۱/۵۳۹، ۱/۵۴۰، ۱/۵۴۱، ۱/۵۴۲، ۱/۵۴۳، ۱/۵۴۴، ۱/۵۴۵، ۱/۵۴۶، ۱/۵۴۷، ۱/۵۴۸، ۱/۵۴۹، ۱/۵۵۰، ۱/۵۵۱، ۱/۵۵۲، ۱/۵۵۳، ۱/۵۵۴، ۱/۵۵۵، ۱/۵۵۶، ۱/۵۵۷، ۱/۵۵۸، ۱/۵۵۹، ۱/۵۶۰، ۱/۵۶۱، ۱/۵۶۲، ۱/۵۶۳، ۱/۵۶۴، ۱/۵۶۵، ۱/۵۶۶، ۱/۵۶۷، ۱/۵۶۸، ۱/۵۶۹، ۱/۵۷۰، ۱/۵۷۱، ۱/۵۷۲، ۱/۵۷۳، ۱/۵۷۴، ۱/۵۷۵، ۱/۵۷۶، ۱/۵۷۷، ۱/۵۷۸، ۱/۵۷۹، ۱/۵۸۰، ۱/۵۸۱، ۱/۵۸۲، ۱/۵۸۳، ۱/۵۸۴، ۱/۵۸۵، ۱/۵۸۶، ۱/۵۸۷، ۱/۵۸۸، ۱/۵۸۹، ۱/۵۹۰، ۱/۵۹۱، ۱/۵۹۲، ۱/۵۹۳، ۱/۵۹۴، ۱/۵۹۵، ۱/۵۹۶، ۱/۵۹۷، ۱/۵۹۸، ۱/۵۹۹، ۱/۶۰۰، ۱/۶۰۱، ۱/۶۰۲، ۱/۶۰۳، ۱/۶۰۴، ۱/۶۰۵، ۱/۶۰۶، ۱/۶۰۷، ۱/۶۰۸، ۱/۶۰۹، ۱/۶۱۰، ۱/۶۱۱، ۱/۶۱۲، ۱/۶۱۳، ۱/۶۱۴، ۱/۶۱۵، ۱/۶۱۶، ۱/۶۱۷، ۱/۶۱۸، ۱/۶۱۹، ۱/۶۲۰، ۱/۶۲۱، ۱/۶۲۲، ۱/۶۲۳، ۱/۶۲۴، ۱/۶۲۵، ۱/۶۲۶، ۱/۶۲۷، ۱/۶۲۸، ۱/۶۲۹، ۱/۶۳۰، ۱/۶۳۱، ۱/۶۳۲، ۱/۶۳۳، ۱/۶۳۴، ۱/۶۳۵، ۱/۶۳۶، ۱/۶۳۷، ۱/۶۳۸، ۱/۶۳۹، ۱/۶۴۰، ۱/۶۴۱، ۱/۶۴۲، ۱/۶۴۳، ۱/۶۴۴، ۱/۶۴۵، ۱/۶۴۶، ۱/۶۴۷، ۱/۶۴۸، ۱/۶۴۹، ۱/۶۵۰، ۱/۶۵۱، ۱/۶۵۲، ۱/۶۵۳، ۱/۶۵۴، ۱/۶۵۵، ۱/۶۵۶، ۱/۶۵۷، ۱/۶۵۸، ۱/۶۵۹، ۱/۶۶۰، ۱/۶۶۱، ۱/۶۶۲، ۱/۶۶۳، ۱/۶۶۴، ۱/۶۶۵، ۱/۶۶۶، ۱/۶۶۷، ۱/۶۶۸، ۱/۶۶۹، ۱/۶۷۰، ۱/۶۷۱، ۱/۶۷۲، ۱/۶۷۳، ۱/۶۷۴، ۱/۶۷۵، ۱/۶۷۶، ۱/۶۷۷، ۱/۶۷۸، ۱/۶۷۹، ۱/۶۸۰، ۱/۶۸۱، ۱/۶۸۲، ۱/۶۸۳، ۱/۶۸۴، ۱/۶۸۵، ۱/۶۸۶، ۱/۶۸۷، ۱/۶۸۸، ۱/۶۸۹، ۱/۶۹۰، ۱/۶۹۱، ۱/۶۹۲، ۱/۶۹۳، ۱/۶۹۴، ۱/۶۹۵، ۱/۶۹۶، ۱/۶۹۷، ۱/۶۹۸، ۱/۶۹۹، ۱/۷۰۰، ۱/۷۰۱، ۱/۷۰۲، ۱/۷۰۳، ۱/۷۰۴، ۱/۷۰۵، ۱/۷۰۶، ۱/۷۰۷، ۱/۷۰۸، ۱/۷۰۹، ۱/۷۱۰، ۱/۷۱۱، ۱/۷۱۲، ۱/۷۱۳، ۱/۷۱۴، ۱/۷۱۵، ۱/۷۱۶، ۱/۷۱۷، ۱/۷۱۸، ۱/۷۱۹، ۱/۷۲۰، ۱/۷۲۱، ۱/۷۲۲، ۱/۷۲۳، ۱/۷۲۴، ۱/۷۲۵، ۱/۷۲۶، ۱/۷۲۷، ۱/۷۲۸، ۱/۷۲۹، ۱/۷۳۰، ۱/۷۳۱، ۱/۷۳۲، ۱/۷۳۳، ۱/۷۳۴، ۱/۷۳۵، ۱/۷۳۶، ۱/۷۳۷، ۱/۷۳۸، ۱/۷۳۹، ۱/۷۴۰، ۱/۷۴۱، ۱/۷۴۲، ۱/۷۴۳، ۱/۷۴۴، ۱/۷۴۵، ۱/۷۴۶، ۱/۷۴۷، ۱/۷۴۸، ۱/۷۴۹، ۱/۷۵۰، ۱/۷۵۱، ۱/۷۵۲، ۱/۷۵۳، ۱/۷۵۴، ۱/۷۵۵، ۱/۷۵۶، ۱/۷۵۷، ۱/۷۵۸، ۱/۷۵۹، ۱/۷۶۰، ۱/۷۶۱، ۱/۷۶۲، ۱/۷۶۳، ۱/۷۶۴، ۱/۷۶۵، ۱/۷۶۶، ۱/۷۶۷، ۱/۷۶۸، ۱/۷۶۹، ۱/۷۷۰، ۱/۷۷۱، ۱/۷۷۲، ۱/۷۷۳، ۱/۷۷۴، ۱/۷۷۵، ۱/۷۷۶، ۱/۷۷۷، ۱/۷۷۸، ۱/۷۷۹، ۱/۷۸۰، ۱/۷۸۱، ۱/۷۸۲، ۱/۷۸۳، ۱/۷۸۴، ۱/۷۸۵، ۱/۷۸۶، ۱/۷۸۷، ۱/۷۸۸، ۱/۷۸۹، ۱/۷۹۰، ۱/۷۹۱، ۱/۷۹۲، ۱/۷۹۳، ۱/۷۹۴، ۱/۷۹۵، ۱/۷۹۶، ۱/۷۹۷، ۱/۷۹۸، ۱/۷۹۹، ۱/۸۰۰، ۱/۸۰۱، ۱/۸۰۲، ۱/۸۰۳، ۱/۸۰۴، ۱/۸۰۵، ۱/۸۰۶، ۱/۸۰۷، ۱/۸۰۸، ۱/۸۰۹، ۱/۸۱۰، ۱/۸۱۱، ۱/۸۱۲، ۱/۸۱۳، ۱/۸۱۴، ۱/۸۱۵، ۱/۸۱۶، ۱/۸۱۷، ۱/۸۱۸، ۱/۸۱۹، ۱/۸۲۰، ۱/۸۲۱، ۱/۸۲۲، ۱/۸۲۳، ۱/۸۲۴، ۱/۸۲۵، ۱/۸۲۶، ۱/۸۲۷، ۱/۸۲۸، ۱/۸۲۹، ۱/۸۳۰، ۱/۸۳۱، ۱/۸۳۲، ۱/۸۳۳، ۱/۸۳۴، ۱/۸۳۵، ۱/۸۳۶، ۱/۸۳۷، ۱/۸۳۸، ۱/۸۳۹، ۱/۸۴۰، ۱/۸۴۱، ۱/۸۴۲، ۱/۸۴۳، ۱/۸۴۴، ۱/۸۴۵، ۱/۸۴۶، ۱/۸۴۷، ۱/۸۴۸، ۱/۸۴۹، ۱/۸۵۰، ۱/۸۵۱، ۱/۸۵۲، ۱/۸۵۳، ۱/۸۵۴، ۱/۸۵۵، ۱/۸۵۶، ۱/۸۵۷، ۱/۸۵۸، ۱/۸۵۹، ۱/۸۶۰، ۱/۸۶۱، ۱/۸۶۲، ۱/۸۶۳، ۱/۸۶۴، ۱/۸۶۵، ۱/۸۶۶، ۱/۸۶۷، ۱/۸۶۸، ۱/۸۶۹، ۱/۸۷۰، ۱/۸۷۱، ۱/۸۷۲، ۱/۸۷۳، ۱/۸۷۴، ۱/۸۷۵، ۱/۸۷۶، ۱/۸۷۷، ۱/۸۷۸، ۱/۸۷۹، ۱/۸۸۰، ۱/۸۸۱، ۱/۸۸۲، ۱/۸۸۳، ۱/۸۸۴، ۱/۸۸۵، ۱/۸۸۶، ۱/۸۸۷، ۱/۸۸۸، ۱/۸۸۹، ۱/۸۹۰، ۱/۸۹۱، ۱/۸۹۲، ۱/۸۹۳، ۱/۸۹۴، ۱/۸۹۵، ۱/۸۹۶، ۱/۸۹۷، ۱/۸۹۸، ۱/۸۹۹، ۱/۹۰۰، ۱/۹۰۱، ۱/۹۰۲، ۱/۹۰۳، ۱/۹۰۴، ۱/۹۰۵، ۱/۹۰۶، ۱/۹۰۷، ۱/۹۰۸، ۱/۹۰۹، ۱/۹۱۰، ۱/۹۱۱، ۱/۹۱۲، ۱/۹۱۳، ۱/۹۱۴، ۱/۹۱۵، ۱/۹۱۶، ۱/۹۱۷، ۱/۹۱۸، ۱/۹۱۹، ۱/۹۲۰، ۱/۹۲۱، ۱/۹۲۲، ۱/۹۲۳، ۱/۹۲۴، ۱/۹۲۵، ۱/۹۲۶، ۱/۹۲۷، ۱/۹۲۸، ۱/۹۲۹، ۱/۹۳۰، ۱/۹۳۱، ۱/۹۳۲، ۱/۹۳۳، ۱/۹۳۴، ۱/۹۳۵، ۱/۹۳۶، ۱/۹۳۷، ۱/۹۳۸، ۱/۹۳۹، ۱/۹۴۰، ۱/۹۴۱، ۱/۹۴۲، ۱/۹۴۳، ۱/۹۴۴، ۱/۹۴۵، ۱/۹۴۶، ۱/۹۴۷، ۱/۹۴۸، ۱/۹۴۹، ۱/۹۵۰، ۱/۹۵۱، ۱/۹۵۲، ۱/۹۵۳، ۱/۹۵۴، ۱/۹۵۵، ۱/۹۵۶، ۱/۹۵۷، ۱/۹۵۸، ۱/۹۵۹، ۱/۹۶۰، ۱/۹۶۱، ۱/۹۶۲، ۱/۹۶۳، ۱/۹۶۴، ۱/۹۶۵، ۱/۹۶۶، ۱/۹۶۷، ۱/۹۶۸، ۱/۹۶۹، ۱/۹۷۰، ۱/۹۷۱، ۱/۹۷۲، ۱/۹۷۳، ۱/۹۷۴، ۱/۹۷۵، ۱/۹۷۶، ۱/۹۷۷، ۱/۹۷۸، ۱/۹۷۹، ۱/۹۸۰، ۱/۹۸۱، ۱/۹۸۲، ۱/۹۸۳، ۱/۹۸۴، ۱/۹۸۵، ۱/۹۸۶، ۱/۹۸۷، ۱/۹۸۸، ۱/۹۸۹، ۱/۹۹۰، ۱/۹۹۱، ۱/۹۹۲، ۱/۹۹۳، ۱/۹۹۴، ۱/۹۹۵، ۱/۹۹۶، ۱/۹۹۷، ۱/۹۹۸، ۱/۹۹۹، ۱/۱۰۰۰، ۱/۱۰۰۱، ۱/۱۰۰۲، ۱/۱۰۰۳، ۱/۱۰۰۴، ۱/۱۰۰۵، ۱/۱۰۰۶، ۱/۱۰۰۷، ۱/۱۰۰۸، ۱/۱۰۰۹، ۱/۱۰۱۰، ۱/۱۰۱۱، ۱/۱۰۱۲، ۱/۱۰۱۳، ۱/۱۰۱۴، ۱/۱۰۱۵، ۱/۱۰۱۶، ۱/۱۰۱۷، ۱/۱۰۱۸، ۱/۱۰۱۹، ۱/۱۰۲۰، ۱/۱۰۲۱، ۱/۱۰۲۲، ۱/۱۰۲۳، ۱/۱۰۲۴، ۱/۱۰۲۵، ۱/۱۰۲۶، ۱/۱۰۲۷، ۱/۱۰۲۸، ۱/۱۰۲۹، ۱/۱۰۳۰، ۱/۱۰۳۱، ۱/۱۰۳۲، ۱/۱۰۳۳، ۱/۱۰۳۴، ۱/۱۰۳۵، ۱/۱۰۳۶، ۱/۱۰۳۷، ۱/۱۰۳۸، ۱/۱۰۳۹، ۱/۱۰۴۰، ۱/۱۰۴۱، ۱/۱۰۴۲، ۱/۱۰۴۳، ۱/۱۰۴۴، ۱/۱۰۴۵، ۱/۱۰۴۶، ۱/۱۰۴۷، ۱/۱۰۴۸، ۱/۱۰۴۹، ۱/۱۰۵۰، ۱/۱۰۵۱، ۱/۱۰۵۲، ۱/۱۰۵۳، ۱/۱۰۵۴، ۱/۱۰۵۵، ۱/۱۰۵۶، ۱/۱۰۵۷، ۱/۱۰۵۸، ۱/۱۰۵۹، ۱/۱۰۶۰، ۱/۱۰۶۱، ۱/۱۰۶۲، ۱/۱۰۶۳، ۱/۱۰۶۴، ۱/۱۰۶۵، ۱/۱۰۶۶، ۱/۱۰۶۷، ۱/۱۰۶۸، ۱/۱۰۶۹، ۱/۱۰۷۰، ۱/۱۰۷۱، ۱/۱۰۷۲، ۱/۱۰۷۳، ۱/۱۰۷۴، ۱/۱۰۷۵، ۱/۱۰۷۶، ۱/۱۰۷۷، ۱/۱۰۷۸، ۱/۱۰۷۹، ۱/۱۰۸۰، ۱/۱۰۸۱، ۱/۱۰۸۲، ۱/۱۰۸۳، ۱/۱۰۸۴، ۱/۱۰۸۵، ۱/۱۰۸۶، ۱/۱۰۸۷، ۱/۱۰۸۸، ۱/۱۰۸۹، ۱/۱۰۹۰، ۱/۱۰۹۱، ۱/۱۰۹۲، ۱/۱۰۹۳، ۱/۱۰۹۴، ۱/۱۰۹۵، ۱/۱۰۹۶، ۱/۱۰۹۷، ۱/۱۰۹۸، ۱/۱۰۹۹، ۱/۱۱۰۰، ۱/۱۱۰۱، ۱/۱۱۰۲، ۱/۱۱۰۳، ۱/۱۱۰۴، ۱/۱۱۰۵، ۱/۱۱۰۶، ۱/۱۱۰۷، ۱/۱۱۰۸، ۱/۱۱۰۹، ۱/۱۱۱۰، ۱/۱۱۱۱، ۱/۱۱۱۲، ۱/۱۱۱۳، ۱/۱۱۱۴، ۱/۱۱۱۵، ۱/۱۱۱۶، ۱/۱۱۱۷، ۱/۱۱۱۸، ۱/۱۱۱۹، ۱/۱۱۲۰، ۱/۱۱۲۱، ۱/۱۱۲۲، ۱/۱۱۲۳، ۱/۱۱۲۴، ۱/۱۱۲۵، ۱/۱۱۲۶، ۱/۱۱۲۷، ۱/۱۱۲۸، ۱/۱۱۲۹، ۱/۱۱۳۰، ۱/۱۱۳۱، ۱/۱۱۳۲، ۱/۱۱۳۳، ۱/۱۱۳۴، ۱/۱۱۳۵، ۱/۱۱۳۶، ۱/۱۱۳۷، ۱/۱۱۳۸، ۱/۱۱۳۹، ۱/۱۱۴۰، ۱/۱۱۴۱، ۱/۱۱۴۲، ۱/۱۱۴۳، ۱/۱۱۴۴، ۱/۱۱۴۵، ۱/۱۱۴۶، ۱/۱۱۴۷، ۱/۱۱۴۸، ۱/۱۱۴۹، ۱/۱۱۵۰، ۱/۱۱۵۱، ۱/۱۱۵۲، ۱/۱۱۵۳، ۱/۱۱۵۴، ۱/۱۱۵۵، ۱/۱۱۵۶، ۱/۱۱۵۷، ۱/۱۱۵۸، ۱/۱۱۵۹، ۱/۱۱۶۰، ۱/۱۱۶۱، ۱/۱۱۶۲، ۱/۱۱۶۳، ۱/۱۱۶۴، ۱/۱۱۶۵، ۱/۱۱۶۶، ۱/۱۱۶۷، ۱/۱۱۶۸، ۱/۱۱۶۹، ۱/۱۱۷۰، ۱/۱۱۷۱، ۱/۱۱۷۲، ۱/۱۱۷۳، ۱/۱۱۷۴، ۱/۱۱۷۵، ۱/۱۱۷۶، ۱/۱۱۷۷، ۱/۱۱۷۸، ۱/۱۱۷۹، ۱/۱۱۸۰، ۱/۱۱۸۱، ۱/۱۱۸۲، ۱/۱۱۸۳، ۱/۱۱۸۴، ۱/۱۱۸۵، ۱/۱۱۸۶، ۱/۱۱۸۷، ۱/۱۱۸۸، ۱/۱۱۸۹، ۱/۱۱۹۰، ۱/۱۱۹۱، ۱/۱۱۹۲، ۱/۱۱۹۳، ۱/۱۱۹۴، ۱/۱۱۹۵، ۱/۱۱۹۶، ۱/۱۱۹۷، ۱/۱۱۹۸، ۱/۱۱۹۹، ۱/۱۲۰۰، ۱/۱۲۰۱، ۱/۱۲۰۲، ۱/۱۲۰۳، ۱/۱۲۰۴، ۱/۱۲۰۵، ۱/۱۲۰۶، ۱/۱۲۰۷، ۱/۱۲۰۸، ۱/۱۲۰۹، ۱/۱۲۱۰، ۱/۱۲۱۱، ۱/۱۲۱۲، ۱/۱۲۱۳، ۱/۱۲۱۴، ۱/۱۲۱۵، ۱/۱۲۱۶، ۱/۱۲۱۷، ۱/۱۲۱۸، ۱/۱۲۱۹، ۱/۱۲۲۰، ۱/۱۲۲۱، ۱/۱۲۲۲، ۱/۱۲۲۳، ۱/۱۲۲۴، ۱/۱۲۲۵، ۱/۱۲۲۶، ۱/۱۲۲۷، ۱/۱۲۲۸، ۱/۱۲۲۹، ۱/۱۲۳۰، ۱/۱۲۳۱، ۱/۱۲۳۲، ۱/۱۲۳۳، ۱/۱۲۳۴، ۱/۱۲۳۵، ۱/۱۲۳۶، ۱/۱۲۳۷، ۱/۱۲۳۸، ۱/۱۲۳۹، ۱/۱۲۴۰، ۱/۱۲۴۱، ۱/۱۲۴۲، ۱/۱۲۴۳، ۱/۱۲۴۴، ۱/۱۲۴۵، ۱/۱۲۴۶، ۱/۱۲۴۷، ۱/۱۲۴۸، ۱/۱۲۴۹، ۱/۱۲۵۰، ۱/۱۲۵۱، ۱/۱۲۵۲، ۱/۱۲۵۳، ۱/۱۲۵۴، ۱/۱۲۵۵، ۱/۱۲۵۶، ۱/۱۲۵۷، ۱/۱۲۵۸، ۱/۱۲۵۹، ۱/۱۲۶۰، ۱/۱۲۶۱، ۱/۱۲۶۲، ۱/۱۲۶۳، ۱/۱۲۶۴، ۱/۱۲۶۵، ۱/۱۲۶۶، ۱/۱۲۶۷، ۱/۱۲۶۸، ۱/۱۲۶۹، ۱/۱۲۷۰، ۱/۱۲۷۱، ۱/۱۲۷۲، ۱/۱۲۷۳، ۱/۱۲

پڑے گا، ان کی اذیتیں، طعنے، ٹھٹھے پہنے پڑیں گے، اسی لئے وہ اس دشوار گزار، مصائب اور آلام سے بھرپور راستے کو چھوڑ کر اسلام کی ایسی تعلیمات کی تبلیغ میں زور صرف کرتے ہیں، جن کے پیش کرنے میں نہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں اور نہ ذلت و رسوائی، ٹھٹھے اور مذاق کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ امت کا ایک بڑا طبقہ لپک کر ان کا استقبال کرے گا، حقارت کے بجائے انہیں عزت و احترام کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرے گا اور حکومت بھی ان کا تعاون کرے گی اور حکمرانوں کا سایہ عافیت ان پر اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ ان پر نکتہ چینی نہیں کریں گے ان کے فریق نہیں بنیں گے، لیکن جب یہ ان کے مقابلے پر آجائیں تو حکمران ٹولہ انہیں نہایت سختی سے اس طرح کچل دے گا کہ گویا وہ بھی کوئی سیاسی لیڈر ہیں جو ان کی حکومت اور گدی چھین لینا چاہتے ہیں اور حکمران اس معاملے میں نہ رشتہ داروں کی پرواہ کرتے ہیں نہ دوستوں کی نہ مسلمانوں کی اور نہ ہی کافروں کی۔

ایسے دُعا اور مبلغین جب اسلام کا نام لے کر وایلا مچاتے ہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں: جناب! ذرا رُک جائیے ذرا ہوش میں آئیے اور اپنے آپ کو سنبھالیے، آپ صراطِ مستقیم کی اس شاہراہ سے ہٹ چکے ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی سواریاں گزر چکی ہیں، جنہوں نے اللہ کی توحید اور دین کو اسی کے لئے خاص کرنے کی دعوت حق پیش کی تھی، آپ ان کی کتنی ہی نقالی کرنا چاہیں، دین کے نام پر اپنی دہشت زدہ آواز بلند کرنا چاہیں، لاکھ کوششوں، بلند بانگ دعوؤں اور مادی وسائل کی بہتات کے باوجود انبیاء علیہم السلام کے منہج پر چل نہیں سکتے، جب دافرو مسائل کے باوجود مقصد آپ کی نظروں سے غائب ہو گیا تو ان مادی وسائل کی کیا قدر و قیمت ہوگی جن کا مقصد ہی ناپید ہو؟ مزید افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے عطا کردہ اور پیغمبروں کے مقرر کردہ منہج سے ہٹ کر اپنی ان پگڈنڈیوں کو اپنانے پر مُصر ہیں جنہیں خود انہوں نے وضع کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے منہج کے مقابلے میں ان کے بھڑکیلے نعروں اور بلند بانگ دعوؤں نے جاہلوں اور نادانوں کی عقلوں کو اڑا لیا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید اور اس کے نتیجے میں انہیں لاحق ہونے والی آزمائشوں اور بلاؤں کی خونچکاں داستان یہاں مفصل ذکر نہیں کی جاسکتی، ہم صرف پانچ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اس سلسلے میں انہیں لاحق ہونے والی مصیبتوں کا مختصر تذکرہ کریں گے جو اہل بصیرت کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں اور یہ چیز ہمیں ایسی روشن راہ پر کھڑا کر دے گی جس سے پھر کوئی ہلاک ہونے والا ہی میڑھا ہو سکتا ہے۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ ابوالبشر ثانی اللہ کی جانب سے انسانوں کی طرف پہلے رسول ہیں اس عظیم ہستی نے ساڑھے نو سو سال کی طویل عمر پائی اور ساری زندگی اللہ کی توحید اور اس کی خالص عبادت کی دعوت دیتے رہے اس بھرپور زندگی میں راہِ حق میں نہ کبھی تھکاوٹ محسوس کی اور نہ اکتاہٹ دن رات چھپ کر علی الاعلان ہر طرح دعوتِ حق دیتے رہے۔ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا أَمْرًا ۝ لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَتَقَرَّبُوا إِلَيْهِ ۝ قَالُوا كَذِبٌ مُفْتَرٍ ۝ قَالَ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ فَلَمَّ يَرُدُّهُمْ دُعَايَ إِلَّا فِرَارًا ۝ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا ۝ اسْتَكْبَرُوا ۝ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَالِكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝ وَاللَّهُ أُنْتَبِذَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ يُجْعَلْ لَكُمْ الْأَرْضَ سَاطِعًا ۝ لَتَسْلُكُنَّ مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ قَالَ نُوْحٌ رَبِّیْ اإِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكْرُؤًا مَكْرًا ۝ كُبَارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَنْذِرُنَا إِلَهَتُكُمْ وَلَا تَنْذِرُونَ وَدَاوُلَا سَوَاعَا وَلَا یُعِیْتُ وَلَا یَعُوقُ ۝ وَنَسَرْنَا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا کَثِیْرًا ۝ فَلَا تَزِدِ الظَّالِمِیْنَ إِلَّا ضَلَالًا ۝ مِمَّا

حَطِيطًا إِلَيْهِمْ أَعْرِفُوا فَاذْخُلُوا نَارًا اٰلِهٰم فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾

”ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرائے اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے اس نے کہا: اے میری قوم! میں تمہیں (اللہ کے عذاب سے) گھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو (اگر ایسا کرو گے تو) وہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تم کو مقررہ وقت تک مہلت دے گا، کیونکہ اللہ کا وعدہ جب آن پہنچتا ہے تو ٹل نہیں سکتا، کاش تم یہ بات سمجھتے۔ اس نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو شب و روز بلایا، پھر میرے بلانے سے وہ اور زیادہ دُور بھاگنے لگے اور جب بھی میں نے انہیں بلایا کہ تو انہیں بخشے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لئے اور اپنی روش پراڑ گئے اور بڑا تکبر کیا، پھر میں نے انہیں پکار کر بلایا، پھر انہیں علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی، میں نے کہا اپنے رب سے بخشش طلب کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ آسمان سے تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تمہیں مال و اولاد سے نوازے گا اور تمہیں باغات دے گا اور نہریں دے گا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ برتہ بنایا؟ اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے اُگایا (پیدا کیا) پھر تمہیں اسی میں لوٹا دے گا اور پھر اس سے نکالے گا، اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تاکہ تم اس کے کشادہ راہوں پر چلو پھرو، نوح (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے تو میری نافرمانی کی اور ان (مالداروں) کی فرمانبرداری کی، جن کے مال اور اولاد نے ان کی بدبختی میں اضافہ ہی کیا اور انہوں نے بہت بڑے مکر کئے اور انہوں نے کہا: ”ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا، نہ وہ کو چھوڑنا نہ سواع کو نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ ہی نسر کو“ اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا (الہی) تو ان کی گمراہی میں اور زیادتی کرنا، یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب ڈبوئے گئے اور جہنم میں جھونک دئے گئے پھر انہوں نے اپنی لئے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں پایا۔ (سورہ نوح: ۱/۲۵)

اس محترم رسول کی دعوت کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوتی زندگی کے ساڑھے نو سو سال کا خلاصہ مذکورہ آیتوں میں بیان کر دیا، اس میں اللہ کی توحید اور تمام عبادتوں کو صرف اسی کے لئے خاص کر دینے کی تعلیم کے علاوہ اور کچھ ہے؟ اس دعوت کو پہنچانے میں آپ مسلسل کوشاں رہے، جو بھی وسیلہ ممکن تھا آزمایا، سڑی بھی، جہری بھی، رغبت اور خواہش دلا کر بھی اور ڈرا دھمکا کر بھی، وعدے کر کے بھی وعیدیں سنا کر بھی، عقلی وحسی دلائل دے کر بھی، خود ان کی زندگیوں کی مثالیں پیش کر کے بھی، کائنات کی نشانیاں دکھا کر بھی اور عبرتیں پیش کر کے بھی، لیکن یہ ساری درد مندی اور دلائل انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکی، وہ اپنے کفر و ضلال پر برابر اڑے رہے، حق کے آگے متکبرانہ رویہ اختیار کیا، اپنے معبودانِ باطل سے چمٹے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تباہی و بربادی سے دو چار ہوئے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

ہم یہاں یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس عظیم پیغمبر نے کیوں اتنی طویل مدت بغیر کسی تھکن اور اکتاہٹ کے توحید کے خاطر اتنی مشقتیں برداشت کیں؟ اللہ نے کیوں ان کی تعریف کی، کیوں ان کے ذکر کو محفوظ کر دیا اور کیوں ان کا شمار اولو العزم پیغمبروں میں کیا؟ توحید کی دعوت اس توجہ اور عنایت کی کیوں مستحق ہے؟ کیا اس منہج اور منطق کا اس عظیم پیغمبر کے لئے محدود کر دینا منطق، حکمت اور عقل کے خلاف ہے یا یہی عین حکمت، صحیح منطق اور عقل سلیم کا تقاضہ ہے؟ اللہ نے آپ کو کیوں اس منہج پر چلنے کا ساڑھے نو سو سال تک پابند کیا، آپ کی تعریف کی اور آپ کی داستان کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا؟ اور کیوں ساری انسانیت کے سر تاج، افضل الرسل، امام الانبیاء، محمد الرسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی دعوت اور صبر میں نمونہ بنائیں؟۔

مقام نبوت کی قدر جاننے والے کا عقل و حکمت پر مبنی جواب یہی ہوگا کہ توحید کی دعوت، شرک پر یلغار اور اللہ کی زمین کو اس نجاست سے پاک کرنے کا عمل واقعی اس عظیم الشان مدح و ثنا کا مستحق ہے، یہی عین حکمت اور عقل و فطرت کا تقاضہ ہے، ہر داعی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس منہج کو سمجھے اور اس الہی دعوت اور عظیم مقصد کو روئے زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں، جدوجہد اور کوششیں صرف کر دے اور اس

سلسلے میں ہر اسلامی تحریک ایک دوسرے کا تعاون کرے، ایک دوسرے کی تصدیق کرے جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے پہلے آنے والے بعد میں آنے والوں کی خوش خبری دیتے اور بعد میں آنے والے گزرے ہوئے انبیاء کی دعوت کی تصدیق و تائید کرتے اور انہیں کے چلے ہوئے راستے پر گامزن ہوتے۔

ہمیں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اگر اس منہج کے علاوہ اور کوئی منہج اعلیٰ و افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے پیغمبروں کے لئے اسے پسند کرتا اور اسے اپنانے کی ہدایت کرتا، جب ایسا نہیں ہوا تو کیا مومن کے لئے یہ جائز ہے وہ اس طریقہ دعوت سے منہ موڑ کر کسی دوسرے طریقے کو اپنائے اور ان داعیوں پر دست و زبان دراز کرے جو اس ربانی منہج کی پیروی کر رہے ہیں؟؟؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوسرے اولوالعزم پیغمبر ابوالانبیاء امام الموحّدین، خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی ہے، جن کی دعوت کو نمونہ بنانے راستے پر چلنے اور جن کی ہدایتوں کو اپنانے کا حکم اللہ رب العالمین نے سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِذْ رَأَىٰ أَنَّهُ اتَّخَذَٰ أَصْنَامًا ۖ اللَّهُ ۖ إِنِّيَ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَٰلِكَ نَرِىٰ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونُ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ ٱلْأَفْلَٰقَ ۖ فَلَمَّا رَأَىٰ ٱلْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِى رَبِّى لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى ٱلشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّى هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى بَرِىءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۖ إِنِّى وَجَّهْتُ وَجْهَى لِّلذِى فَطَرَ ٱلسَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۝﴾ (الأنعام: ٧٣/٧٩)

”جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہت دکھائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے، جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک تارہ دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں ڈوب جانے والے کو پسند نہیں کرتا، جب چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہیں کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا، جب آفتاب کو روشن دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ بھی غروب ہو گیا تو پکار اٹھا: اے میری قوم! میں تمہارے ان معبودوں سے جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں“

میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

شرک سے انکار اور توحید خالص کے اقرار سے لبریز پُر جوش اور طاقتور یہ دعوت، خاندان سے شروع ہو کر ساری قوم تک پھیلتی ہے، شرک و بت پرستی سے جنگ چھڑ جاتی ہے، ستاروں کی خدائی کا عقیدہ ڈگمگا جاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی حجت قائم کرنے، شرک اور اس کے باطل معتقدات کو زمین دوز کرنے کے لئے بحث و حجت کا بہترین راستہ اختیار کیا، یعنی ان کے معبودوں کی تحقیر کر کے انہیں بے عقل قرار دے کر ستارے، چاند اور سورج پر یکے بعد دیگرے غور کر کے اور ان کے طلوع اور غروب سے یہ دلیل پکڑی کہ ان کی خدائی کے قائل جھوٹے ہیں، اور اس پر غور کر کے کہ جس وقت یہ غروب اور زوال سے دوچار ہوتے ہیں تو کون اس کائنات کی حفاظت اور نگرانی کرے گا اور ان کے معاملات کی تدبیر کرے گا؟ جو شخص ان مظاہر فطرت پر اور ان کے طلوع و غروب، اقبال و ادبار پر غور کرے گا تو اس کے لئے ضروری ہو جائے گا کہ وہ ان خود ساختہ جھوٹے معبودوں کا انکار کرے، اپنے ہاتھوں کو شرک کی نجاست سے دھو لے اور اس معبود برحق کی طرف رجوع کرے جس نے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کیا جو نہ غائب ہوتا ہے اور نہ ملتا ہے جو کائنات کے تمام حالات اور حرکات و سکنات سے اچھی طرح باخبر ہے جو ہر لمحہ ان کا نگران ہے، ہر وقت ان کی حفاظت اور ان کے کاموں کی تدبیر میں لگا ہوا ہے، یہ ایسے زبردست دلائل ہیں جنہیں اس مشاہدہ کی دنیا کا چہ چہ تقویت پہنچاتا ہے۔ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ؑ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ؑ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَا تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصَرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ؑ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ؑ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ؑ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ؑ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ تَبَرَأْتَ إِلَهِتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۚ لَنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْحَمَنَّكَ وَأَهْجُرَنِي ۖ مَلِيًّا ؑ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُكَ

رَبِّیْ اِنَّہٗ كَانَ بَیْ حَفِیًّا ۚ فَلَمَّا اَعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَهَبْنَا لَہٗ اِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَکُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ۖ وَوَهَبْنَا لَہُمْ مِنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَہُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾

”اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کرو، وہ بڑا راست باز انسان اور نبی تھا، جب اس نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! آپ ان (بتوں) کی کیوں پرستش کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا، ابا جان! شیطان کی عبادت نہ نتیجے کیوں کہ شیطان رجن کا نافرمان ہے، ابا جان مجھے ڈر ہے کہیں آپ پر اللہ کا عذاب نہ آن پڑے اور پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں“ (باپ نے) کہا: ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا، بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو جا، ابراہیم نے کہا: سلام ہے آپ کو، میں آپ کے لئے میرے رب سے بخشش کی دعا کروں گا وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے، میں تم کو اور تمہارے ان معبودوں کو بھی چھوڑ رہا ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا، جب وہ ان سے اور ان کے ان معبودوں سے جدا ہو گیا جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور دونوں کو ہی نبی بنایا اور انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور انہیں بلند درجہ کی ناموری عطا کی۔ (مریم: ۵۰/۴۱)

توحید کی یہ پُر جوش دعوت علم، منطق، عقل اور پاکیزہ اخلاق پر قائم ہے، یہ دعوت گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھاتی ہے، اس کا انکار کوئی اندھا متعصب ہی کر سکتا ہے جو جہالت، دشمنی، خواہشاتِ نفس اور تکبر و غرور کے لہلہ میں پھنسا ہوا ہو، ورنہ کوئی بھی ذی شعور انسان ایسے بتوں کی کیسے عبادت کر سکتا ہے جو نہ سنتے ہوں اور نہ دیکھتے ہوں اور نہ ہی اس کے کچھ کام آ سکتے ہوں؟

ہر ایک کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ توحید کے علم سے انبیاء علیہم السلام کو طاقت ملتی تھی، اسی کے ذریعے وہ باطل، جہالت اور شرک پر یلغار کرتے تھے، یہ انبیاء علیہم السلام کا علم ہے جو راہِ حق دکھاتا اور شرک و ضلالت

سے بچاتا ہے، اس علم سے کورا ہونا تباہ کن جہالت ہے اور اس سے لاعلمی وہ زہر قاتل ہے جو عقل و فکر کو قتل کر دیتا ہے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا ﴿يَا أَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جِآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْ اَنْهٰىكَ حِصْرًا طٰٓئِفًاۙ سَوِيًّا﴾ (مریم: ۴۳) ابا جان میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔

اپنے باپ، خاندان اور قوم کو دعوت الی اللہ کے میدان میں دلائل اور حجتوں سے مغلوب کر کے آپ نے توحید کی کھلی دلیلوں سے اپنے وقت کے سرکش، ظالم اور نادان حکمران نمرود پر پوری طاقت اور بہادری کے ساتھ یورش کر دیا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىۤ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنْۢ اَعْطٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ؕ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّىُّ الَّذِىۤ يُخٰبِىْ وَيُمِيتُ لَا قَالَ اَنَا اُحْيِیْۚ وَ اُمِيتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اِنَّ اللّٰهَ یَأْتِىۤ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیۤ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾

ترجمہ: کیا آپ کو اس شخص کا سال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دے رکھی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ: میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے اس نے کہا: میں بھی زندگی اور موت پر اختیار رکھتا ہوں، ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال لا، پھر وہ کافر حیران و ششدر رہ گیا، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (بقرہ: ۲۵۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نادان سرکش کو اللہ کی توحید اس کی ربوبیت اور الوہیت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نے سرکشی دکھائی اور اپنی جھوٹی خدائی کے دعوے کی دست برداری سے انکار کر دیا، پھر آپ نے روشن اور واضح دلائل کے ساتھ اس سے مناظرہ کیا، فرمایا: ﴿رَبِّىۤ الَّذِیۤ يُخٰبِىْ وَيُمِيتُ﴾ میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں موت اور زندگی کا اختیار ہے، یعنی وہی پیدا کرنے والا مخلوق کا مدبر اور زندگی و موت کا دینے والا ہے، لیکن اس نا سمجھ ظالم نے کہا: ﴿اَنَا اُحْيِیْ وَ اُمِيتُ﴾ یعنی

میں بھی جس کو چاہتا ہوں قتل کر سکتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں باقی رکھتا ہوں، اس جواب میں سوائے ملمع سازی اور جالوں کو بھٹکانے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے کہ رب العالمین انسانوں جانوروں اور نباتات میں زندگی پیدا کرتا ہے۔ ان کو عدم سے وجود کا پیرہن پہناتا ہے، پھر جب انکی عمریں ختم ہو جاتی ہیں تو انہیں ظاہری اسباب کی بنا پیہ یا بغیر کسی سبب کے ہی اپنی قدرت سے موت دیتا ہے، حضرت ابراہیم نے جب دیکھا کہ نمرودنا سمجھوں اور نا کاروں کو اپنے ملمع سازانہ و فریب کارانہ جواب سے اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے تو آپ نے اس کی یہ کمزور دلیل وقتی طور پر قبول کر لیا اور فرمایا کہ جس خدائی کا تو دعویٰ دار ہے اگر سچ مچ اس کی کوئی حقیقت ہے تو ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال، پھر کافر بھونچکا رہ گیا، سوائے حیرانی و پریشانی کے اس کے پاس کچھ نہیں بچا، اس کی دلیل ٹوٹ گئی زبان گنگ ہو گئی اور باطل خدائی کا نشہ ہرن ہو گیا۔ ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾۔

اس واقعے میں ہر صاحب بصیرت کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ توحید کی دعوت اخلاص، عقل اور حکمت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے، یہ گھروں سے شروع ہو کر اللہ جہاں تک چاہتا ہے پھیلتی ہے نہ یہ بادشاہت کے خلاف اعلان جنگ ہے نہ حکومت قائم کرنے کی خواہش، اگر ابراہیم علیہ السلام کا مقصد حصول اقتدار ہوتا تو آپ اس کے علاوہ دوسرا راستہ اپناتے، ایسی صورت میں بہت سے لوگ آپ کے گرد اکھٹے ہو جاتے اور آپ کا شہرہ ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اور صالح مبلغوں کے لئے ہر جگہ اور ہر زمانے میں ہدایت و راہنمائی، حجت بیان کرنے اور سرکشوں پر حجت قائم کرنے کا ہی راستہ چنا، اور حضرت ابراہیم نے اپنے اس فرض کو مکمل طور پر نبھایا، آپ نے اپنے والد قوم اور حکومت پر دلائل و براہین سے حجت قائم کی، جب دیکھا کہ یہ لوگ شرک و کفر پر مصر اور جھوٹ و گمراہی پر قائم ہیں تو مجبورِ طاقت و قوت اور حرکت و عمل کے ذریعے کفر و شرک سے بیزاری کا اعلان کیا۔

ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا آپ نے کہاں سے

اٹھایا؟ کیا آپ نے حکومت پر حملہ کر دیا کہ یہی شر و فساد اور شرک و ضلالت کا منبع ہے؟ یا اس حاکم وقت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جو اپنی خدائی کی دعوی داری پر مُصر تھا؟ یا آپ نے کافر حکومت اور اس کے ناجبج حکمران کے خلاف انقلاب کا نعرہ بلند کیا تا کہ شرک و فساد کی تمام اقسام کا خاتمہ ہو جائے اور ایک الٰہی حکومت آپ کی قیادت میں منصہء شہود پر آ جائے؟ ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ حاشا وکلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتیں ان گھٹیا راستوں پر چلنا یا عمل کرنا تو گنجا، اس کی سوچ بھی نہیں سکتیں، یہ طریقے تو ظلمت و جہالت کے ماروں، دنیا و سلطنت کے خواہش مندوں کے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو حید کے داعی راہ حق کے رہنما، شرک و باطل سے انسانیت کو نجات دلانے والے ہیں وہ جب کبھی تغیر و تبدیلی کی کوشش کرتے ہیں تو یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکومت و سلطنت کے بجائے حقیقی شرک و ضلالت پر تیشہ زنی کرنا مناسب سمجھا اور اس عظیم، حکیم اور حلیم پیغمبر نے یہی کر دکھایا۔ فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿قَالُوا وَحَدَّثْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ﴾ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿قَالُوا اجْهِنَّا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِينَ﴾ نَمَّ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿وَتَاللَّهِ لَا كِيدَ لَأَٰصْنَٰمِكُمْ بِغَدِ زُتُوْا مُدْبِرِينَ﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ﴾ قَالُوا ۖ أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿ثُمَّ نَكْسُوْا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿أَفْ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ قَالُوا

حَرْفُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٥٠﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو دانا کی بخشی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ مورتیں کیسی ہیں جن کی تم مجبوری کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے اس نے کہا: جب تو تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں مبتلا تھے انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہو یا یونہی مذاق کر رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں (میں مذاق نہیں کر رہا ہوں) درحقیقت تم سب کا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا اس پر میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم! میں تمہاری غیر حاضری میں تمہارے بتوں کی تہہ اول گا پھر اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تاکہ شاید وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں انہوں نے کہا: جس نے بھی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے وہ بہت بڑا ظالم ہے (کچھ لوگوں نے) کہا: ہم نے ایک نوجوان کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جس کا نام ابراہیم ہے سب نے کہا: اسے تمام لوگوں کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب دیکھیں انہوں نے کہا: اے ابراہیم کیا تم نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ (ابراہیم علیہ السلام نے) جواب دیا: یہ کام تو ان کے سردار نے کیا ہے تم اپنے ان (شکستہ) خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیروں کی طرف پلٹے پھر (اپنے دلوں میں) کہنے لگے: کہ ظالم تو تم ہی ہو پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے: کیا تو نہیں جانتا کہ یہ بولتے نہیں ہیں؟ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم اللہ کے علاوہ ان خداؤں کی پرستش کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تمہارا نفع ہے نہ نقصان، نف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟ وہ کہنے لگے: اسے جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو ہم نے کہا: اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم کے لئے گو کہ انہوں نے اس کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح کا کام کر دیا۔ (الانبیاء: ۵۱/۷۰)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اسی لئے عطا فرمائی کہ آپ اس کے اہل تھے، اس عظیم پیغمبر نے عقائد کے بگاڑ، حکومت کے فساد اور ایک ایسی قوم کا سامنا کیا جس کی سوجھ بوجھ گر چکی تھی، عقل بھٹک چکی تھی انہوں نے پتھر اور لکڑی کے بت بنائے تھے ستاروں کو پوجتے تھے، ان پر ایک فاسد نظام حکومت چل رہا تھا، جس کا قائد ایک سرکش اور نا سمجھ حکمران تھا، جس نے ساری قوم کو اپنے قدموں پر جھکا رکھا تھا، پھر اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا جاتا؟ کیا آپ نے اصلاح کا عمل حاکم سے معرکہ آرائی کے ذریعے شروع کیا؟ کیونکہ وہ اللہ کی شریعت کے بجائے جاہلی قوانین کے ذریعے حکومت کر رہا تھا، بلکہ اپنے رب ہونے کا مدعی تھا اور قانون سازی کو اپنا حق سمجھتا تھا؟ یا آپ اپنی تحریک قوم اور جاہل حکومت کے عقائد کی اصلاح سے شروع کرتے؟ قرآن ہمیں امام الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی تحریک اللہ کی توحید، خالص اس کی عبادت کی دعوت، شرک و کفر سے اعلان جنگ اور شرک و اسباب شرک کی بیخ کنی سے شروع کی، انہیں عملی طور پر اللہ کی توحید کی طرف بلایا، اس میدان میں قوم اور حکومت سے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا اور دلیل و حجت سے انہیں مغلوب کر دیا، یہاں تک کہ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہمیں شرک و ضلالت، اندھے تعصب اور باپ دادا کی تقلید کے مقابلے میں کسی بُر ہان و دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ”إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ“ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہیں کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی سرکش خواہشوں اور جاہل عقول کے لئے دلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو آپ نے ان کے معبودوں کو توڑنے کی حکمت عملی تیار کر لی، بھرپور ہمت، طاقت اور بہادری سے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا، آپ کے اس جرات مندان اقدام نے حکومت اور قوم کو آپ کے خلاف مشتعل کر دیا، انہوں نے ایک کھلے فیصلے کے لئے آپ کو مدعو کیا، پھر آپ کو الزام دے کر پوچھا ﴿أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ﴾ اے ابراہیم! کیا تم نے ہی ہمارے خداؤں کا یہ حشر کیا ہے؟ آپ نے ان پر بھرپور طنز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنَّ كَانُوا يَنْطَلِقُونَ﴾ یہ حرکت تو ان کے بڑے کی معلوم ہوتی ہے اگر یقین نہ آئے تو

انہیں سے پوچھ لو کہ کس نے ان کی یہ دُرگت بنائی ہے؟ آپ کا یہ طنزان پر کڑک دار بجلی بن کر گرا، وہ مجبوظ الحواس ہو کر کہہ اٹھے ﴿لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ﴾ انہوں نے ذلت سے سر جھکا کر کہا: تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بول نہیں سکتے۔ جب حضرت ابراہیم نے ان سے دلیل اور حجت کا ہتھیار چھین لیا، تو وہ طاقت کا سہارا لینے پر کمر بستہ ہو گئے جو ہر جگہ ہر زمانے میں دلیل اور حجت سے عاجز ہر ظالم کا پسندیدہ ہتھیار ہوتا ہے، چلا اٹھے ﴿حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ﴾ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کو ان کے شر سے بچا لیا اور کافروں کے مکر کو انہیں پر لوٹا دیا ﴿فَلَنَأْيَا نَارُ كُؤُنِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ اور آواز دوا بہ کثرتاً فَجَعَلْنَاهُمْ الْآخِسِرِينَ ﴿ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، انہوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا، لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا۔ اس ہولناک آگ کا ٹھنڈا ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نجات پانا آپ کی نبوت کی صداقت کی عظیم دلیل ہے، ساتھ ہی آپ کی لائی ہوئی توحید کی سچائی اور قوم کے شرک و ضلالت کے بطلان کی واضح نشانی ہے، اللہ نے آپ کو اس حکمت سے بھرپور دعوت اس جہاد اور عظیم قربانی کا بہترین بدلہ عنایت فرمایا، جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے:

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلَوَّطْنَا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ﴾ ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ ۖ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ﴾ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْتَدُونَ﴾ ﴿بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾ ترجمہ: اور ہم نے اس کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی اور ہم نے آپ کو اسحاق عطا کیا اور اس پر مزید یعقوب، اور تمام کو ہم نے نیک بنایا، اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں، اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔ (الانبیاء: ۷۱-۷۳)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

تیسرے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات گرامی ہے جن کی شان میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کریم ابن الکریم، یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ“ (بخاری، کتاب الانبیاء حدیث نمبر ۳۳۸۲، ترمذی، کتاب التفسیر، باب ۱۳، حدیث ۳۱۱۶) ترجمہ: شریف، شریف کے بیٹے اور شریف کے پوتے اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، اللہ کے نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور اللہ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔

آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مستقل سورت نازل فرمائی ہے جو آپ کے بچپن سے لیکر وفات تک کے اہم حالات و واقعات پر مشتمل ہے، کہ گردش ایام کے کتنے مصائب کا آپ نے صبر، حکمت، بردباری اور نبوت کی طاقت سے مقابلہ کیا، آپ فرعون (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نہیں، بلکہ فرعون وہ لقب ہے جو مصری حکمرانوں نے اپنے لئے اختیار کیا تھا) کے گھر کے فساد اور اس کے اہل خانہ کے ظلم کے شکار ہوئے، آپ نے اس قوم کے عقائد کو جاننا جن میں آپ نے زندگی گزاری تھی، اس قوم کا سب سے بڑا فساد اللہ کے علاوہ بتوں اور گائے کی پرستش تھی، جس کے خلاف آپ نے نہایت حکمت سے تبلیغ کی، آپ کا مفصل واقعہ تو بڑا طویل ہے، ہم صرف قید خانے میں آپ کی دعوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ ارشادِ قرآنی ہے:

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السَّجْنَ فَتَيَانٌ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أُحْمَلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۖ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيهِ إِلَّا نَبَّئْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۖ ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۖ إِنِّي

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَا فِرُونَ ﴿٢٦﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ؕ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى
النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٧﴾ يَا صَاحِبِي السَّجْنِ ؕ أَرَبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمْ اللَّهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٢٨﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءَ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ
سُلْطَانٍ ؕ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ؕ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُونَ ﴿يوسف: ٢٦-٣٠﴾

ترجمہ: اور اس کے ساتھ ہی دو غلام قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب
دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں، دوسرے نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی
اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں آپ اس کی تعبیر بتلائیے، ہمیں آپ نیک آدمی
معلوم ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہاں تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے
ہی میں اس کی تعبیر بتلا دوں گا، یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے،
(بات یہ ہے کہ) میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے
منکر ہیں، میں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کا پابند ہوں، ہمیں ہرگز یہ
سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں، ہم پر اور تمام لوگوں پر یہ اللہ کا خاص فضل ہے
لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اے میرے قید کے ساتھیو: کیا کئی متفرق رب بہتر ہیں یا ایک
زبردست (سب پر) غالب اللہ؟ اس کے علاوہ جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے
اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی، فرمانروائی کا اقتدار صرف
اللہ ہی کے لئے ہی ہے، اس کا حکم ہے کہ تم سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی ٹھیک (راستہ)
دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس نبی کریم نے حکمرانوں کے محلات میں زندگی بسر کی، ان کے تمام مفاسد آپ کی نظر میں عیاں تھے بلکہ

عملاً آپ نے ان عالی شان محلات کے باسیوں کے مکر و فریب، شر و فساد اور ظلم و ستم کو قید کی صورت میں برداشت کیا اور ایسی قوم میں آپ نے زندگی بسر کی جو بتوں، گائے اور ستاروں کی پجاری تھی، آپ کے سامنے اصلاح کا ایک بڑا میدان تھا، پھر آپ نے اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا؟ کیا آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے جیل کے ساتھیوں کو ظالم حکمرانوں کے خلاف بھڑکانے سے کیا جو آپ ہی کی طرح ظلماً قید خانے میں ٹھونس دئے گئے تھے؟ اگر آپ یہ طرز عمل اختیار کرتے تو یقیناً یہ ایک سیاسی راستہ تھا، یا آپ نے فرصت کے لمحات میں اپنی دعوت کو وہیں سے شروع کیا جہاں سے آپ کے آباء و اجداد بالخصوص مؤحد اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء علیہم السلام نے شروع کیا تھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ اصلاح کا واحد راستہ عقیدہء توحید اور عبادت کو اللہ کے لئے خاص کرنے کی دعوت ہی ہے اسی لئے آپ نے اپنے عظیم اجداد کی پیروی کرتے ہوئے عقیدہء توحید کو پیش کرنے، مشرکین کے عقائد اللہ کے علاوہ انکے بتوں، گائے اور ستاروں کی پرستش پر نکیر کرنے اور انہیں حقیر ثابت کرنے کا صحیح راستہ اختیار کیا۔

توحید کی صدا دیتی اور شرک کا انکار کرتی اس دعوت کو آپ نے اس قول سے تقویت پہنچائی کہ ﴿إِنَّ الْمُحْكُمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ فرما روائی کا اقتدار صرف اللہ کے لئے ہے، یہ کونسی حاکمیت ہے؟ پھر آپ نے اس کی تشریح خود فرمائی کہ وہ اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت ہے ﴿أَمَرَ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ اس نے حکم دیا کہ سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور یہی سیدھا راستہ ہے، اور توحید کے تعلق سے فرماتے ہیں ﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، آپ اسی حکومت کے اعلیٰ منصب پر پہنچتے ہیں اور اپنی دعوت اور نبوت پر قائم رہتے ہوئے توحید کی مسلسل دعوت دیتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں امور کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي - فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكْبُورٌ آمِينَ﴾ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ - اِنِّي حَفِیْظٌ عَلَیْكُمْ ﴿ ترجمہ: بادشاہ نے کہا: اسے میرے

پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کر لوں، پھر جب اس نے آپ سے بات کی تو کہنے لگا: اب آپ ہمارے ہاں ذی عزت و مرتبت اور امین ہیں، آپ نے کہا: زمین کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔ (یوسف: ۵۴/۵۵)

پھر آپ نے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّیْ قَدْ آتٰیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نَدِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ ۚ تَوْفِیْیْ مُسْلِمًا وَّ الْحَقِّیْنَ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی، اور خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور مجھے صالحین سے ملادے۔ (یوسف: ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ خاندان فرعون کے ایک مومن کی زبانی آپ کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ جَآءَ كُمْ یُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَ كُمْ بِهِ ۚ حَتّٰی اِذَا هَلَكْتُمْ فَكُنْتُمْ لَنْ یَّتَّعَثَّ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهِ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ﴾

(المومن: ۳۳)

ترجمہ: اور اس سے پہلے بھی یوسف تمہارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر بھی تم ان کی لائی تعلیم میں شک و شبہ ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کسی اور رسول کو ہرگز نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا اور شکلی ہے۔

قرآن مجید نے ہمارے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی جو سیرت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت نہایت ہی اہم ہے اور شرک ایسی برائی ہے جسے ختم کرنے میں مومن کو کبھی کوئی نرمی اور مدد نہ انت اختیار نہیں کرنی چاہیئے، چاہے داعی کے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، آپ کا یہ واقعہ ہمیں یہ

بھی بتلاتا ہے کہ عقیدہء توحید کے متعلق تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت ایک ہے البتہ فروع میں اختلاف موجود ہے، کسی مسلمان بالخصوص داعی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم حکومت کا عہدہ عقیدہء توحید کو چھوڑ کر یا اس میں مدائنت اختیار کر کے قبول کرے، یا دین سے برگشتہ ہو کر مشرکین کا ہاں اور بتوں کا مجاور بن بیٹھے اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا شمار گمراہ مشرکین میں ہوگا۔

قانونی حیثیت سے اگر اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ضروری ہے کہ اللہ کا قانون نافذ کیا جائے، اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ فرمان الہی کے مطابق کافر ہوگا ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ جنہوں نے اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتوؤں کی روشنی میں اگر کوئی شخص اللہ کی شریعت کو حقیر جانے اور اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم حقیقی سمجھے تو وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے، اگر اللہ کی شریعت کی قدر کرتے ہوئے اس کے علاوہ کسی کو حاکم حقیقی نہ سمجھتے ہوئے صرف اپنے نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے اللہ کے حکم کے بجائے اپنا حکم چلاتا ہے تو ایسا شخص کفر اصغر کا مرتکب ہوگا۔

اگر اسلامی حکومت قائم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اس کے بس میں ہے ایسی حالت میں مسلمان کسی بھی غیر مسلم حکومت کا عہدہ اس شرط پر قبول کر سکتا ہے کہ وہ انصاف پر قائم رہے گا اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہیں کرے گا اور اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا، آپ نے ایک کافر بادشاہ کی نیابت کا منصب سنبھالا جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتا تھا، جیسا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے ﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ فِي دِينِ الْمَلِكِ﴾ یعنی آپ اپنے بھائی (بنیامین) کو بادشاہ کے قانون کی رُو سے روک نہیں سکتے تھے، لیکن آپ کافر نظام حکومت کے اعلیٰ منصب پر فائز رہتے ہوئے بھی رعایا کے درمیان انصاف کرتے رہے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے۔

اس میں ان لوگوں کی زبردست تردید ہے جو عقیدہء توحید کو بیچ سمجھتے ہوئے شرک اور مشرکین سے تال

میل رکھتے اور محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں، تو حید کے مبلغین اور شرک کے دشمنوں کو نظرِ حقارت سے دیکھتے اور تو حید کے مبلغین کے معیار پر اترنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں، دراصل یہ لوگ سیاسی مکار ہیں جن کے دل اور کانوں پر تو حید کی بات بڑی ہی گراں گذرتی ہے، افسوس تو اس پر ہوتا ہے کہ ایسے سیاسی مبلغین بر خود غلط اس خوش گمانی میں مبتلا ہیں کہ وہ میدانِ دعوت کے بہت بڑے مجاہد اور پہلوان ہیں، کیا ایسے افراد اور جماعتیں کامیاب ہو سکتی ہیں جن کا موقف پیغمبروں کی دعوت کے تعلق سے اس قدر گھنیا ہو؟؟؟

ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوی اور امین کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ آپ کی دعوت بھی تو حید پر ہی مرکوز تھی اور اپنے دامن میں ہدایت اور حکمت کی انوار اور تجلیات سیٹھے ہوئی تھی۔ آپ نے دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور متکبر حکمران فرعون کے گھر میں پرورش پائی، کفر و طغیان اور ظلم و استبداد کے وہ نمونے دیکھے جن کے تصور سے ہی رونگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر ذلت و نکبت، ظلم و ستم، بچوں کے قتل اور عورتوں کی درماندگی کے وہ مناظر دیکھے جنہیں آج تک دنیائے انسانیت نے نہیں دیکھا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضِعُّ طَائِفَهُ مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (قصص/۴) ترجمہ: بے شک فرعون نے زمین پر سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کے گروہ بنا رکھے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، انکے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

بے شک قوم فرعون مشرک و بت پرست تھی، کیا موسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے عقیدے کی اصلاح سے اپنی دعوت کا آغاز کیا یا بنو اسرائیل کے حقوق کے مطالبے، اسلامی سلطنت کے قیام کی جدوجہد ظالموں اور سرکشوں سے حکومت کی باگ و ڈور چھین لینے اور بالخصوص فرعون جیسے ناسمجھ اور سرکش کے خلاف میدان کارزار میں قدم رکھنے کے اعلان سے اپنی دعوت کا آغاز کیا؟ جواب یہی ہے کہ آپ کی دعوت بھی اپنے پیش رو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی طرح تھی، آپ کے رب نے آپ کو تو حید کی تلقین اور اپنی رسالت کے لئے چن لیا تھا۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۖ فَقَالَ لَا هَيْلَ

اَمْكُنُوْا اِنِّیْ اَنْسْتُ نَارًا عَلٰی اَیْنِكُمْ مِنْهَا یَقْبَسُ اَوْ اَجِدْ عَلٰی النَّارِ هُدٰی ۞ فَلَمَّا اَتَاَهَا نُودِیْ یٰمُوسٰی ۞ اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ فَاحْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۞ وَاَنَا اَخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ۞ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۚ وَاقِمْ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ ۞ ” کیا تمہیں موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ معلوم ہے جب اس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا: ذرا شہرو! مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے شاید کہ میں تمہارے لئے کوئی انگارہ لے آؤں یا آگ کے پاس راستے کی اطلاع پاؤں جب وہاں پہنچا تو پکارا گیا: اے موسیٰ! میں ہی تیرا رب ہوں! اپنی جوتیاں اتار دے! میں نے تجھے چن لیا ہے اب تیری طرف جو کچھ وحی کی جائے اسے بغور سن! بے شک میں ہی اللہ ہوں! میرے سوا کوئی معبود نہیں! تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر! یقیناً قیامت آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں! تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کے مطابق بدلہ پائے۔ (طہ: ۹/۱۳)

آپ کو رسالت کے آغاز ہی میں عقیدہء توحید بتلایا گیا اور شخصی طور پر آپ کو مکلف کیا گیا کہ اسے حزر جان بنالیں! پھر آپ کو حکم ہوا کہ اسی دعوت کو لے کر فرعون کے پاس جائیں! ساتھ ہی اللہ نے آپ کو دعوت کا حکمت بھرا اسلوب بھی بتایا جس سے آپ نے فرعون کا سامنا کیا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ﴿اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ ۚ اِنَّهُ طَغٰی ۚ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰی اَنْ تَرْجُوْا ۚ وَاَهْدِیْكَ اِلٰی رَبِّكَ ۚ فَتَخْشٰی﴾ ترجمہ: تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو۔ (النازعات: ۱۷/۱۹)

پھر آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے آپ کے ہاتھوں کو مضبوط کیا گیا تاکہ اچھی طرح جھٹ قائم کی جاسکے! پھر دونوں کو دعوت الی اللہ میں نرمی کی تعلیم دی گئی کیونکہ یہ اس شخص کی ہدایت کا اقرب ترین وسیلہ ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿اِذْهَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ ۚ اِنَّهُ طَغٰی ۚ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہُ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی﴾ (طہ: ۲۳/۲۴) ترجمہ: تم دونوں فرعون

کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے، اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

آپ دونوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، فرعون کی ہدایت اور توبہ کی امید کرتے ہوئے اس کو اللہ کی طرف بلایا تا کہ وہ اللہ سے ڈر جائے اور ظلم و شرک کے بھیانک انجام سے بچ جائے، لیکن فرعون نے آپ دونوں کی نرم اور حکمت سے بھرپور دعوت کو رد کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی ہونے کی بڑی بڑی نشانیاں پیش کیں، لیکن اس سرکش کی سرکشی اور تکذیب زیادہ ہی ہوتی چلی گئی۔ قرآن کہتا ہے: ﴿فَكَذَّبَ وَعَصَى ☆ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَى ☆ فَحَشَرَ فَنَادَى ☆ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ☆ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى﴾ (النازعات: ۲۱/۲۵)

ترجمہ: پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لئے پلٹا، پھر سب کو جمع کر کے پکار کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، پھر اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔

فرعونی ظلم کے مقابل حضرت موسیٰ کا موقف

ارشاد باری ہے: ﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَدْرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَالْهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾ (الأعراف / ۱۲۷) ترجمہ: قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ رکھیں؟ (فرعون نے) کہا: ہم ان کے بیٹوں کو قتل کرائیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے، ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ان مجرمین کی نظر میں گناہ کیا تھا؟ یہی کہ آپ اللہ کی توحید کے داعی، فرعون اور اس کی بندگی کے منکر تھے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موقف ان انسانیت سوز اور درندگیت و بربریت سے بھرپور سزاؤں کے مقابل کیا تھا؟ بس یہی کہ عقیدہء توحید پر قائم رہا جائے نصیر جمیل سے کام لیا جائے اور ان مصائب کے مقابلے کے لئے اللہ سے مدد طلب کی جائے پھر اس صبر اور ثابت قدمی کے نتیجے میں اللہ کی نصرت کے بیٹھے پھل کا انتظار کیا جائے۔ ﴿وَقَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (الأعراف / ۱۲۸)

ترجمہ: موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو وہ چاہتا ہے مالک بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی انہیں کی ہوتی ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔

جب فرعون اور اس کی قوم کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی بلکہ بنو اسرائیل پر اور مصائب کا ہادی گئیں ایسے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صرف یہی ایک مطالبہ کیا کہ وہ بنو اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے، تاکہ وہ اس کے ظلم سے بچنے کے لئے جہاں

اللہ چاہے وہاں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَيُّهَا فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّنْ رَبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۖ﴾ (طہ: ۴۷)

ترجمہ: تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے پیغمبر ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دے اور انہیں سزائیں نہ دے، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت، توحید ربانی کی روشن مثال ہے جو نور اور حکمت سے بھری ہوئی ہے جس میں مدعوین کی ہدایت اور ان کے گناہوں سے پاک ہونے کی شدید تمنا ہے، اس میں مصائب کو برداشت کرنے اور ظلم و تعدی اور مشکلات کا صبر و حکمت سے مقابلہ کرنے کا عزم ہے، اللہ تعالیٰ سے مومنوں کی مدد اور ظالموں کی ہلاکت کی پُر زور امید ہے اور ساتھ ہی ان مبلغین کے لئے اچھے انجام کی خوش خبری بھی ہے جو اپنی دعوت سے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ سے جوڑتے اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ

آپ سید الأولین والآخرین، شفیع المذنبین، خاتم المرسلین، رحمة للعالمین اور حبیب رب العالمین ہیں، آپ تمام شریعتوں میں سب سے افضل و اکمل شریعت کے مالک ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، بشیر و نذیر اور سراج منیر بنا کر روانہ کیا، آپ نے کوئی ایسی بھلائی نہ چھوڑی جو امت کو نہ بتلائی ہو اور نہ کوئی ایسی برائی چھوڑی جس سے امت کو نہ ڈرایا ہو اس عظیم پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز کہاں سے کیا؟

آپ علیہ السلام نے بھی اپنی دعوت کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کی ابتداء کی تھی، یعنی عقیدہ توحید اللہ کی خالص بندگی اور لا الہ الا اللہ کی دعوت، کیا آپ ﷺ یا کسی اور پیغمبر کے تعلق سے یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ اصول رسالت کی اصل عظیم سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے اپنی دعوت کا آغاز کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ کی پہلی آواز جو آپ کی قوم کے کانوں سے ٹکرائی، وہ تھی ”قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہہ دو! اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ سنتے ہی متکبرین چیخ پڑے ﴿اجْعَلِ الْإِلَهَ إِلَهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ☆ وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿٦/٥﴾ کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک معبود بنا ڈالا واقعی یہ تعجب انگیز بات ہے، ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلتے بنو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یقیناً اس بات میں کوئی غرض شامل ہے۔

آپ اسی دعوت پر مکی زندگی پر محیط تیرہ سال برابر محنت کرتے رہے، قسم ہاتھم کے مصائب جھیلنے کے باوجود نہ کبھی تھکتے اور نہ کبھی بیزار ہوتے، آپ پر باقی چار اسلام کے ارکان میں سے کوئی رکن بھی فرض نہیں کیا گیا، نماز دسویں سال فرض ہوئی، بس چند اخلاقی احکام تھے جن کا آپ اپنی قوم کو حکم دیتے تھے،

جیسے صلہ رحمی، پاک دامنی، سچائی وغیرہ، لیکن دعوت کا محور، مشرکین سے اصل اختلاف کا موضوع یہی اصل عظیم یعنی عقیدہ توحید تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی اصل عظیم کو قائم کرنے کا آپ کو حکم دیا تھا۔ فرمان باری ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ الدِّينُ الْحَقَّ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (زمر: ۳/۲)

ترجمہ: ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف برحق نازل کیا ہے، لہذا تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو دین کو اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے، خبردار! دین خالص اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا سرپرست بنا رکھے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کر دیں گے اور اللہ خود ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور اللہ اس شخص کو راہِ راست نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہے۔ نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ وَإِنِّي لَأَكُونُ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۚ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي﴾ (زمر: ۱۱/۱۳)

ترجمہ: (اے نبی ان سے) کہہ دو کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کروں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں، کہہ دو مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے، کہہ دو کہ: میں تو اللہ کی ہی عبادت کروں گا اس کے لئے میرے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

پھر ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

ترجمہ: کہہ دو: میری نماز میری تمام عبادتیں میری زندگی اور میری موت خالص اللہ کے لئے ہے،

سارے جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سرِ اطاعت خم کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔ (الأنعام: ۱۶۲/۱۶۳)۔

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعوت کو ساری انسانیت تک پہنچانے اور اسے سچا تسلیم کرانے اور اس پر عمل کرانے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ: ۲۱/۲۲)۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچ سکو؛ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی (خبردار) جانتے ہو جیسے اللہ کا مد مقابل نہ ٹھیراؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَالِهَکُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (بقرہ: ۱۶۳) تم سب کا ایب، معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

مزید فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَاْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)۔

ترجمہ: کہہ دو: اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اُس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہادشاہت ہے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر یقین رکھتا ہے اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

اس موضوع پر کئی آیات ہیں جن میں سے چند ہم نے اس لئے پیش کیا تاکہ توحید کی دعوت کے تعلق سے

محمد ﷺ کا منہج واضح ہو سکے، اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز بھی توحید سے ہوا اور اختتام بھی توحید پر ہوا، اور آپ ﷺ زندگی بھر اسی پر قائم رہے۔

(۱) عن عمرو بن عبسۃ السلمی . رضی اللہ عنہ قال کنت أنا فی الجاہلیۃ أظن أن الناس علی ضلالۃ وأنہم لیسوا علی شیء وہم یعبدون الأوثان فسمعت برجل بمکۃ ینخر أخبارا فقعدت علی راحلتی فقدمت علیہ فإذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستخفیا جری علیہ قومہ فتلطفت حتی دخلت علیہ بمکۃ فقلت له ما أنت ؟ قال : ” أنا نبی “ فقلت : وما نبی ؟ قال : ” أرسلنی اللہ “ فقلت : وبأی شیء أرسلک ؟ قال : ” أرسلنی بصلۃ الأرحام وكسر الأوثان وأن یوحّد اللہ لا یشرك به شیئا “ فقلت : ومن معک علی هذا ؟ قال : ” حر وعبد “ قال : ومعه یومئذ أبوبکر وبلال ممن آمن به (مسلم: ۵۶۹/۱، کتاب صلوۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسۃ، حدیث ۰۰۰)

(۲۹۴، مسند احمد: ۱۱۲/۴)

(۱) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو گمراہ تصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ کسی حقیقت پر نہیں ہیں اور لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، میں نے مکہ کے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ مختلف خبریں دیتا ہے، میں سوار ہو کر مکہ آیا، اس وقت محمد ﷺ چھپ چھپ کر دین کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کی قوم آپ پر جری ہو گئی تھی، میں چھپ کر آپ کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا، میں نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں اللہ کا نبی ہوں، میں نے کہا: نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے سوال کیا: کن چیزوں کا حکم دے کر بھیجا ہے؟ فرمایا: مجھے صلہ رحمی، بتوں کو توڑنے، اللہ کی توحید اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا: اس دعوت میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟

جواب دیا: آزاد بھی اور غلام بھی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ پر ایمان لانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما شامل تھے۔

(۲) ولما وفد عمرو بن العاص وعبد الله بن ربيعة المخزومي كلما النجاشي ملك الحبشة فقالا له يغريانه بالمسلمين المهاجرين إلى الحبشة .

”ایہا الملک! إنه قد صبا إلى بلدک منا غلمان سفهاء فارقوا قومهم ولم يدخلوا فی دینک وجاؤا بدين مبتدع لا نعرفه نحن ولا أنت“ فسألهم النجاشي فقال: ما هذا الدين الذي فارقتم فيه قومكم ولم تدخلوا ديني ولم تدخلوا دين أحد من هذه الأمم؟؟ فكان الذي كلمه جعفر بن أبي طالب فقال له:

”أيها الملك كنا قوما أهل جاهلية نعبد الأصنام ونأكل الميتة ونأتى الفواحش ونقطع الأرحام ونسئ الجوارى يأكل منا القوى الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الله إلينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه فدعانا إلى الله لنوحده ونعبده ونخلع ما كنا نحن نعبد وآبائنا من دونه من الحجارة والأوثان وأمرنا بصدق الحديث وأداء الأمانة وصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور وأكل مال اليتيم وقذف المحصنة ؛ وأمرنا أن نعبد الله وحده لا نشارك به شيئا... قال فعدد عليه أمور الإسلام فصدقناه وآمنا به واتبعناه على ما جاءنا به فعبدنا الله وحده ولم نشارك به شيئا وحرّمنا ما حرّم علينا وأحللنا ما أحلّ لنا فعدا علينا قومنا فعذبونا وفتّونا عن ديننا ليردّونا إلى عبادة الأوثان وأن نستحلّ ما كنا نستحلّ من الخبائث فلما قهرونا وظلمونا وشقوا علينا وحلّوا بيننا وبين ديننا خرجنا إلى بلدك واخترناك على من سواك ورغبنا في جوارك ورجونا أن لا نظلم عندك “

(۲) جس وقت عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ المخزومی مشرکین مکہ کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے نجاشی کو ان مسلمانوں کے خلاف اُکساتے ہوئے کہا تھا جو مکہ والوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے:

”اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ نا سمجھ نوجوان بھاگ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے، لیکن آپ کے بھی دین میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ: وہ کونسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا؟ نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی دوسری قوموں کے دین میں؟ مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

’اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھے، ہم بتوں کو پوجتے، مَر دار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے اور ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقت ور کمزور کو کھاتا ہا تھا، ہم ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جس کی اعلیٰ نسب، سچائی، امانت اری اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح واقف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں، اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری و خونیازی سے باز رہنے کا حکم دیا اور فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا، اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا،“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کے احکام گنائے، پھر کہا: ”ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی، چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا اور جن کو حلال بتایا انہیں

حلال جانا، اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی، اس نے ہم پر ظلم و ستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لئے آزمائشوں اور سزاؤں سے دوچار کیا، تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو ہم حرام سمجھتے ہیں انہیں پھر حلال سمجھنے لگیں، جب انہوں نے ہم پر بہت قہر و ظلم کیا، زمین تنگ کر دی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہو گئے، تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا، اس امید سے کہ اے بادشاہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ (مسند احمد ۱/۲۰۲)

(۳) ہرقل (روم کے بادشاہ) نے صلی اللہ علیہ وسلم کے وقفے میں اللہ کے رسول ﷺ کا حال ابوسفیان سے پوچھا: ما یأمرکم؟ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا: ”يقول أعبدو الله وحده ولا تشركوا به شيئاً واتركوا ما يقول آباؤکم، ویأمر بالصلاة والصدق والعفاف والصلة“ (بخاری: کتاب بدء الوحی، حدیث ۶) وہ کہتے ہیں: ”کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔“

یہ تمام احادیث ہم پر آپ ﷺ کی مکی و مدنی زندگی کی دعوت کو واضح کرتی ہیں۔

عقیدہ ءتوحید کی وجہ سے صحابہ پر مصائب

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عقیدہ ءتوحید ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک و کفر کے انکار کی وجہ سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں: ”سب سے پہلے سات اشخاص نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا (۱) محمد ﷺ (۲) ابو بکر (۳) عمار (۴) سمیہ (عمار کی والدہ محترمہ) (۵) صہیب (۶) بلال (۷) مقداد رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی وجہ سے محفوظ ہو گئے باقی تمام کو مشرکین چلچلاتی دھوپ میں لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے مشرکین کا کہا نہ مانا ہو سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے ان کی جان اللہ کے لئے ان پر ذلیل کر دی گئی اور وہ اپنی قوم میں ذلیل کئے گئے ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا وہ ان کو مکہ کے گلی کو چوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ برابر کہتے رہتے ”أحد، أحد“ یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ (مسندك حاکم: ۲۴۸/۳۔ سير اعلام السلاء للذهبي: ۳۴۸/۱۔ الاستيعاب لابن عبد البر: ۱/۱۴۵، ۱۴۶۔ حلیۃ الأولیاء للأصفہانی: ۱/۱۴۹)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اُمیہ بن خلف گرمی کے دنوں میں سخت دھوپ کے وقت حضرت بلال کو پتے ہوئے میدان میں پیٹھ کے بل گرا دیتا، پھر ایک بھاری چٹان آپ کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا: اللہ کی قسم! تجھے یا تو اسی طرح مرنا ہوگا یا محمد کا انکار کر کے لات و عزی کی عبادت کرنی ہوگی، اس مصیبت کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے ”أحد، أحد“ نکلتا رہتا، یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/۳۱۸)۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو عقیدہ ءتوحید کے اقرار کی وجہ سے زندگی کی آخری ہچکی تک سزا دی گئی

کیا یہ تکالیف آپ کو اس لئے دی گئیں کہ آپ سیاسی لیڈر تھیں؟

مجاہدؒ کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سُمَیَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، ابو جہل نے ان کی شرم گاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں: وہ مکہ میں پہلے پہل ایمان لانے والوں میں سے ایک تھیں اور ان لوگوں میں سے ایک تھیں جنہیں اللہ کے لئے ایذا میں دی گئیں تاکہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں، لیکن آپ نے نہایت صبر سے ان سزاؤں کا سامنا کیا، یہاں تک کہ ایک دن ابو جہل ان پر سے گذرا اور نیزہ اٹھا کر ان کی شرم گاہ میں مارا اور آپ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئیں۔

مدنی دور میں توحید کا اہتمام

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے مدینہ ہجرت کرنے اور انصار و مہاجرین کے کندھوں پر اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد بھی توحید کا اہتمام پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا، توحید کی اہمیت پر قرآنی آیتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اسی مرکز و محور پر گردش کرتی رہیں۔ توحید کے اس قدر اہتمام کے باوجود آپ ﷺ کا ہے بگا ہے جب کبھی فرصت پاتے تو جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے توحید کی بیعت لیتے تھے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (ممتحنہ/۱۲)

ترجمہ: اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جسے خود اپنے ہاتھ پیر کے آگے سے گھڑا ہو اور کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی نہیں کریں گی تو آپ ان سے بیعت لیا کریں اور ان کے لئے بخشش طلب کریں، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیتیں اگرچہ کہ عورتوں کی بیعت سے متعلق ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ انہی باتوں پر مردوں سے بھی بیعت لیا کرتے تھے:

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں صحابہ کرام سے کہا

”مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری اور زنا کاری نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے (سورہ ممتحنہ کی آیت إذا جاءك المؤمنات من عورتوں سے جن جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا تھا آپ نے مردوں سے انہیں باتوں پر بیعت لی) پھر فرمایا: جس نے اس بیعت کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ پر ہے، جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا اور دنیا میں ہی سزا دیا گیا یہ سزا اس کے لئے کفارہ بن جائے گی اور جو ان کبار کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا، اس کا معاملہ آخرت میں اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے تو اس کو بخشے یا عذاب دے۔“ (بخاری: کتاب الإیمان، باب ۱۱ حدیث ۱۸، کتاب مناقب الأنصار، باب وفود الأنصار، حدیث ۳۸۹۲، مسلم: حدیث ۴۴۴۱، نسائی:

(۱۲۸/۷)

امام ابن کثیرؒ نے کئی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس آیت کے مضمون کی بیعت عورتوں سے لیا کرتے تھے اس سلسلے میں آپ نے حضرت عائشہؓ، امیمہ بنت رقیقہؓ، ام عطیہؓ، سلمیٰ بنت قیسؓ (جو رسول ﷺ کی خالہ تھیں) راتلہ بنت سفیان الخزاعیہ رضی اللہ عنہن کی روایات کو ذکر کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ عورتوں سے ان باتوں کی پابندی کی بیعت لیتے تھے، پھر آپ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت اور دیگر احادیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معاملہ صرف عورتوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ آپ ﷺ انہیں باتوں پر مردوں سے بھی بیعت لیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے، اسی طرح کی ایک حدیث حضرت عوف بن مالک الأشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وعن عوف بن مالک الأشجعی، رضی اللہ عنہ، قال: كنا عند رسول الله ﷺ، تسعة أو ثمانية أو سبعة، فقال: ألا تباعون رسول الله؟ فقلنا قد بايعناك يا رسول الله! ثم قال ألا تباعون رسول الله؟ قال: فبسطنا أيدينا وقلنا: قد بايعناك يا رسول الله، فعلام نبايعك؟ قال: ”على أن تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً، والصلوة الخمس، وتطيعوا

(وَأَسْرَ كَلِمَةً خَفِيَّةً) وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا“ فلقد رأيت بعض أولئك النفر يسقط سوط أحدهم فما يسأل أحداً يناوله إياه .

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نو آٹھ یا سات آدمی اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس مبارک میں تھے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو بیعت کر چکے ہیں پھر آپ نے فرمایا: اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے؟ ہم نے اپنے ہاتھ بڑھادئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں تو پھر کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: ”اس بات پر اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرو گے“ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے“ پانچ وقت کے نماز ادا کرو گے اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آپ نے نہایت آہستگی سے ارشاد فرمایا: ”اور لوگوں کے آگے کبھی دست سوال دراز نہیں کرو گے“ راوی کہتے ہیں: میں نے ان صحابہ میں سے بعض کو دیکھا ہے اگر ان کا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو کسی کو اٹھا کر دینے کے لئے نہیں کہتے تھے۔ (مسلم: کتاب الزکوٰۃ، باب المسئلة للناس

حدیث ۱۸۔ ابو داؤد: کتاب الزکوٰۃ، باب کراہیۃ المسئلة، حدیث ۱۶۳۲۔ احمد: ۱۸۶/۱۔ ابن ماجہ: کتاب الجہاد، باب البیعة، حدیث ۲۸۶۷۔ نسائی: ۱۸۶/۱)

(۲) آپ ﷺ اپنے مبلغوں، معلموں، قاضیوں اور گورنروں کو مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس توحید کی دعوت دے کر بھیجتے تھے:

رسول اکرم ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر متسلط حکمران کو اللہ کی طرف بلایا، یہاں نجاشی سے مراد وہ نجاشی (حضرت اصمہ رضی اللہ عنہ) نہیں جن کی نماز جنازہ غائبانہ آپ علیہ السلام نے ادا کی تھی۔ (مسلم: کتاب الجہاد، باب کتب النبی الی ملوک

الکفار یدعوہم الی اللہ، حدیث ۷۵۔ ترمذی: کتاب الاستیذان، باب فی مکاتبۃ المشرکین، حدیث ۲۷۱۶۔ مسند

احمد: ۳۳۶/۳)

آپ ﷺ نے قیصر کی جانب جو خط روانہ کیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے ذریعے آپ ﷺ کا مقصد تو حید کی دعوت دینی تھی جو مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل تھا:

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کی جانب سے شاہ روم ہرقل کی طرف سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی میں تجھے اسلام کے منشور کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لائے گا تو سلامتی میں رہے گا، اللہ تجھے دو ہر اثواب عطا کرے گا، اگر تو نے اعراض کیا تو تجھ پر تیری رعایا کا بھی گناہ ہوگا، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوچھیں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے سوا کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پھر یہ لوگ اگر رُخ پھیر لیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔“ (بخاری: کتاب بدء الوحی، باب ۷، حدیث ۶، مسند احمد: ۱/۲۶۲)۔

جس وقت یہ خط ہرقل کے پاس پہنچا، اس نے قریش کے قافلے سے ابوسفیان بن حرب (جو اس وقت کافر تھے) کو بلا بھیجا، وہ اس مدت میں تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جس میں کہ آپ ﷺ نے قریش سے حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے صلح کی تھی، وہ ایلیاء (یروشلم) میں قیصر کے پاس لائے گئے، اس نے آپ ﷺ کے تعلق سے ابوسفیان سے کئی سوالات کئے، جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا، یہ پیغمبر تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا: وہ کہتے ہیں: ”صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو، وہ ہمیں نماز، مساجد، امیزگاری، پاک دامنی اور قربت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔“

۳) آپ اپنی فوج کو کلمہ توحید کی بلندی کے لئے جہاد کرنے کا حکم دیتے، کیونکہ جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ایسے شخص کا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے، آپ علیہ السلام اپنے کمانڈروں کو جنگ شروع کرنے سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیتے:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی سر یہ یا فوج کو

روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے متعلق اللہ سے ڈرنے اور بھلائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے:

”جب تم مشرکین کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو اگر ان تین میں سے کسی ایک کو مان لیں تو ان کے اس مان لینے کو قبول کرو اور ان کے ساتھ جنگ سے رُک جاؤ، انہیں اسلام کی طرف بلاؤ، اگر وہ مان لیں تو ان کا ایمان قبول کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رُک جاؤ، پھر انہیں اپنے مقام سے دارالمحاجرین (مدینہ منورہ) منتقل ہو جانے کی دعوت دو، اگر وہ دعوت اسلام کو انکار کر دیں ان سے جزیہ مانگو، اگر وہ اس کو مان لیں تو تم بھی اس کو مان لو اور ان سے رُک جاؤ، اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو، اگر تم نے کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور وہ لوگ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر ہتھیار ڈالیں گے تو تم اسے نہ مانو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ ان کے متعلق کیا فیصلہ فرمائے گا، بلکہ انہیں اپنے فیصلہ پر ہتھیار ڈالنے کے لئے کہو، اس کے بعد ان کے تعلق سے جو فیصلہ تم کرنا چاہو کرو۔“ (مسلم: کتاب الجہاد، باب تأمیر الإمام علی البعوث، حدیث ۳، ابو داؤد: کتاب الجہاد، باب

فی دعاء المشرکین، حدیث ۱۶۱۲، ترمذی: کتاب السیر، باب وضع النبی ﷺ فی القتال، حدیث ۱۶۱۷، ابن ماجہ: حدیث ۲۸۵۸)۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر قاضی اور معلم بنا کر بھیجا اور یہ نصیحت فرمائی: ”تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، انہیں سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کی طرف بلاؤ۔ دوسری روایت میں ہے: انہیں اللہ کی توحید اور میری رسالت کی طرف بلاؤ۔ اگر انہوں نے تمہارا کہا مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر انہوں نے یہ بھی مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر انہیں کے ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے گی، اگر وہ اسے بھی مان لیں تو تم (زکوٰۃ لیتے وقت) ان کے اچھے اور پسندیدہ مالوں سے دو رو رو، اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔“

(بخاری: کتاب المغازی 'باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن قبل حجة الوداع' حدیث ۴۳۴۷. کتاب التوحید 'باب ماجاء فی دعاء النبی الی توحید اللہ' حدیث ۷۳۷۲. مسلم: کتاب الإیمان 'باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الإسلام' حدیث ۳۰۲۹)

(۵) اللہ تعالیٰ نے توحید کو قائم کرنے اور زمین کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے ہی جہاد کو فرض کیا۔ ارشاد ہے ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة ۱۹۳) ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے اگر وہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی ظالموں پر ہی ہے۔

ابن جریر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی آپ ان سے اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب تک کہ اللہ کے ساتھ شرک ختم نہ ہو جائے اور صرف اللہ کی ہی عبادت ہونے لگے بتوں، خداؤں اور شریکوں کی عبادت ختم ہو جائے عبادت اور اطاعت بتوں کے بجائے صرف اللہ کی ہی ہو۔ قوادۃ کہتے ہیں: جب تک شرک ختم نہ ہو۔ اس تفسیر کی سندیں قوادۃ مجاہد، سدی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچتی ہیں۔ امام ابن جریر کہتے ہیں: یہاں دین سے مراد اوامر اور نواہی میں اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے پھر آپ نے اس کی سند کو بیع تک ذکر کیا۔ ”ویکون الدین للہ“ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: یہاں تک کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور وہ لا الہ الا اللہ ہے رسول ﷺ نے اسی کی دعوت دی اور اسی کے لئے جہاد کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا لا إله إلا الله فمن قال لا إله إلا الله فقد عصم مني ماله ونفسه إلا بحقه وحسابه على الله. (مسلم: کتاب الإیمان 'باب

۸ حدیث ۳۵. ترمذی: کتاب التفسیر 'تفسیر سورة الغاشية' حدیث ۳۳۴۱. ابن ماجہ: حدیث ۳۹۸۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا إله الا اللہ کو مان لیں جس نے لا إله الا اللہ کہا مجھ سے اس نے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر

اسلام کے حق سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

جب خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کی ٹھانی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا تھا: آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک کہ تمام لوگ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں جس نے یہ کہہ دیا تو اس کا مال اور جان مجھ سے محفوظ ہیں اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”واللہ! لأقاتلن من فرق بین الصلّاة والزکاة، فإنّ الزکاة حقّ المال، واللہ! لو منعونی عقلاً کانوا یؤدّونہ الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتہم علی منعہ“۔ (بخاری: کتاب الجہاد، باب دعاء النبی الناس الی الاسلام، حدیث ۲۹۳۶، مسلم: کتاب الإیمان، باب ۸ حدیث ۳۳، ابوداؤد: کتاب الجہاد، باب علی ما یقاتل المشرکین، حدیث ۲۶۳۰، ابن ماجہ: کتاب الفتن، حدیث ۳۹۲۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے اور زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم! اگر وہ ایک رسی بھی جو عہد نبوی میں دیتے تھے نہ دیں تو اس کے نہ دینے کی وجہ سے میں ان سے جنگ کروں گا۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فإذا قالوا لا الہ الا اللہ عصموا منی دماءہم واموالہم إلا بحقّہا وحسابہم علی اللہ ثم قرأ ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لِّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيِّرٍ﴾۔ (بخاری: کتاب الزکوٰۃ، کتاب وجوب الزکاة، حدیث ۱۳۹۹، مسلم: کتاب الإیمان، باب ۸ حدیث ۳۳)

(حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: آپ نصیحت کیجئے آپ کا کام نصیحت کرنا ہے آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: أمرت أن أقاتل الناس حتی

يشهدوا أن لا إله إلا الله وأنّ محمد الرّسول الله ويقيموا الصّلاة ويؤتوا الزكاة فإذا فعلوا ذلك عصموا منّي دماءهم وأموالهم إلّا بحقّ الإسلام وحسابهم على الله.

(بخاری: کتاب الإيمان 'باب فإن تابوا وأقاموا الصّلاة' حدیث ۲۵، مسلم: کتاب الإيمان 'باب ۸' حدیث ۳۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا إله إلا اللہ اور محمد الرّسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ (باقی ترجمہ گذر چکا ہے)۔

اگر حضرت ابو بکر، عمر ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم کی احادیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام احادیث توحید کے موضوع پر ہی مشتمل ہیں ان میں دیگر ارکان ذکر نہیں کئے گئے ہیں اس مسئلہ کا اس قدر اہتمام رسالت مآب ﷺ کی نظر میں اس کی عظمت اور اہمیت کو ثابت کرتا ہے کیوں نہ ہو جب کہ تمام اسلام کے ارکان اسی توحید کے تقاضے واجبات، حقوق اور فرائض ہیں۔ اس ضمن میں جو بات میں کہتا ہوں وہ یہ کہ: اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ”مجھے لا الہ الا اللہ کہنے تک لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ جب انہوں نے یہ کلمہ کہہ دیا ہے تو پھر ان سے جنگ کرنی جائز نہیں ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب ”جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا“ اللہ کے رسول ﷺ کے موقف کی تائید میں تھا، اگر آپ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا روایت کا پتہ ہوتا تو وہ فی الفور اسی سے استدلال کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے کی مندرجہ بالا روایت کا علم ہوتا تو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کبھی اعتراض نہیں کرتے، اگر حاضرین (جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے) کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا پتہ ہوتا تو شیخین کو اس کا حوالہ دے کر یاد دلاتے۔

شاید عقیدہ توحید کا اس قدر شدید اہتمام اور بار بار اس کی طرف رہنمائی اور اس موضوع سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا زیادہ احادیث ارشاد فرمانے کا راز وہی ہو جس کا اشارہ ہم نے اوپر کر دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ربانی تعلیمات میں سب سے اہم چیز توحید الوہیت ہے۔ یہی چیز پیغمبروں اور ان کے دشمنوں کے درمیان معرکہ کا باعث بنی اور اس مقدس گروہ نے باطل اور ضلال کے ہر معرکہ پر مشرکوں اور کافروں سے چومکھی جنگ لڑی اور مشرکین نے انبیاء علیہم السلام سے جس باطل دین کے دفاع کے لئے نکل لیا وہ قبر پرستی، بت پرستی، انبیاء اور صالحین کی پرستش، ان کے لئے نیاز، چڑھاوے، ان سے خوف اور امید، اللہ کے پاس ان کی شفاعت کی امید اور اپنی مرادوں کے پوری ہونے کے لالچ پر مشتمل تھا، یہی وہ شرک اکبر جو کبھی بخشا نہیں جائے گا، اسی کے خلاف تمام پیغمبر تادم زیست کمر بستہ رہے، ہم نے گذشتہ صفحات میں امام الحنفیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت شکنی کے واقعہ کو بالتفصیل ذکر کیا تھا اور یہ بات بھی بتایا تھا کہ آپ ﷺ نے کس طرح ہر اس ذریعے کو بند کر دیا جس کی وجہ سے شیطان انسانوں کے لئے اپنی عبادت کی راہیں نکالتا ہے، چاہے وہ الہٰۃ (خداؤں) کے نام پر ہوں یا اولیاء کے نام پر یا اور کسی گمراہ کن طریقے اور شعار پر۔

وہ چومکھی جنگ جسے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ نے مشرکین کے خلاف چھیڑ رکھا تھا، قرآنی الفاظ میں یہ ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَالْثَالِثَةَ الْآخَرَىٰ ۚ إِنَّكُمُ الدَّكْرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۚ تَبْلُغُونَ إِذَا قُسِمَتْ ضَرَبَىٰ ۚ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَائُكُمْ ۚ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ سُلْطَانٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ (النجم: ۱۹/۲۳)

ترجمہ: کیا تم نے لات و عزی اور تیسرے منات کی حقیقت پر غور کیا ہے؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں، یہ تو بڑی بے انصاف تقسیم ہے، دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے، اللہ نے اس کی کوئی سند نازل نہیں کی ہے، یہ صرف اپنے وہم و گمان اور خواہشات نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور جب کہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔

غور کریں کہ مشرکین کے معبودوں کی اس سے بھی زیادہ اور کیا تحقیر ہو سکتی ہے اور ان کے خلاف کوئی ایسی

جنگ ہے جو برپا نہیں کی گئی؟ فرمان الہی ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۚ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝﴾
(الحج: ۳۰/۳۱)

ترجمہ: تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو اللہ کے لئے یکسو ہو کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اُچک کر لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز جگہ پھینک دے گی۔

فرمان باری ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْآزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝﴾ (المائدہ: ۹۰) ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، خواتین اور پانے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

عمر بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ کی گزری ہوئی حدیث میں ہے میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا: کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں میں نے کہا: کیا احکامات دئے ہیں؟ فرمایا: ”یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے بتوں کو توڑا جائے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے۔“ (مسلم)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جن کی سچائی، پاک دامنی اور وقار کو ہم جانتے ہیں اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو اکیلا مان کر صرف اسی کی عبادت کریں ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں اور پتھروں کی پرستش کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں انہیں چھوڑ دیں۔ (مسند احمد)۔

ابوسفیان نے شاہ روم ہرقل سے کہا تھا: ”وہ ہمیں کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور

قربت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔“

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ، وَأَمْرُنِي رَبِّي بِمَحَقِّ الْمَعَازِفِ وَالْمِزَامِيرِ وَالْأَوْثَانِ وَالصَّلِيبِ وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ..... (الحديث)۔“

ترجمہ: اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے موسیقی اور گانے بجانے کے آلات، بت، صلیب اور جاہلیت کے تمام امور ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی قرآن کی سچی تعلیمات کے ذریعے اسلام کی گھلی تبلیغ اور بت پرستی پر یلغار نے مشرک سرداروں کا قافیہ تنگ اور ناطقہ بند کر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں نرمی نہیں برتی جاسکتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

”جب جناب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا جن میں ابو جہل بھی تھا، انہوں نے کہا: ”آپ کا بھتیجہ ہمارے معبودوں کی بُرائی کرتا ہے اور یہ یہ کہتا رہتا ہے، آپ اسے اس کام سے باز رکھیں۔“ ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلایا، آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ابوطالب نے کہا ”بھتیجے! یہ آپ کی قوم آپ کی شکایات لے کر میرے پاس آئی ہے کہ آپ ان کے خداؤں کی بُرائی کرتے ہیں اور اس طرح کی باتیں کرتے ہیں..... راوی کہتے ہیں: انہوں نے بہت سی باتیں کیں..... آخر آپ ﷺ نے بولنے کی اجازت چاہی اور فرمایا: ”چچا جان! میں ان سے صرف ایک بات ایسی کہلوانا چاہتا ہوں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو عرب ان کے آگے سرنگوں ہو جائے گا اور عجم انہیں جزیہ دے گا۔“ آپ ﷺ کی بات سن کر وفد گھبرا گیا اور کہنے لگا: ایک بات ہی نہیں، تمہارے باپ کی قسم! دس باتیں بھی مان لیں گے، بتاؤ تو سہی آخر وہ ایک بات کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) یہ سنتے ہی مشرکین کپڑے جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: کیا اس

نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ (مسند احمد ۱/۳۶۲-ترمذی: باب تفسیر سورۃ ص، حدیث ۳۲۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”قریش ایک دن جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کسی اچھے جادو جاننے والے کا ہن اور شاعر شخص کو لا کر اُس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے بات کرائی جائے جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دیا، شیرازہ منتشر کر ڈالا اور ہمارے دین میں عیب نکالے تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے، تمام نے کہا: ان خصال کا حامل صرف عتبہ بن ربیعہ ہے، لوگوں نے کہا: اے ابوالولید! آپ کوشش کر کے دیکھیں، عتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) ”آپ بہتر ہیں یا (آپ کے والد) عبد اللہ؟“ آپ خاموش رہے، پھر کہا: ”آپ بہتر ہیں یا (آپ کے دادا) عبدالمطلب؟“ آپ پھر بھی خاموش رہے، پھر کہا: ”اگر آپ انہیں اپنے سے بہتر مانتے ہیں تو انہوں نے بھی انہیں خداؤں کی پرستش کی ہے جن کے عیب آپ بیان کر رہے ہیں، اگر آپ اپنے کو ان سے بہتر سمجھ رہے ہوں تو آپ ارشاد فرمائیں ہم سنیں گے، کیونکہ ہم نے آج تک آپ کی قوم میں کوئی کمزوری نہیں دیکھی جو آپ سے زیادہ بدشگون ہو، آپ نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی، صفوں میں انتشار پھیلایا، ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہمیں عرب میں رسوا کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے اور کاہن نکلا ہے، اللہ کی قسم! اب ہمیں اسکے علاوہ کچھ سمجھائی نہیں دیتا کہ ہم ایک دوسرے پر تلواریں سونت کر پل پڑیں اور آپس میں ہی ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار دیں، اے آدمی! اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتادیں تاکہ دولت کے انبار آپ کے قدموں پر لگا دیں اور آپ مکہ کے سب سے بڑے رئیس اور مال دار بن جائیں، اگر حسین و جمیل عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کی ایک نہیں دس عورتوں سے شادی کرادیں گے،“ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اب میری سنو، اس نے کہا: ٹھیک ہے سنوں گا، آپ نے فرمایا: بسم

اللہ الرحمن الرحیم۔ ﴿حَمْدٌ مَّا تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَاغْمَلْ إِنَّا نَحْمِلُونَ ﴿السجدة: ۵/۱﴾

ترجمہ: ہم یہ رحمن اور رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم بھی اپنا کام کریں گے۔ الخ۔ عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیک لگا کر چپ چاپ سنتا رہا، جس وقت آپ اس آیت پر پہنچے فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (اگر اب بھی یہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں میں تمہیں اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کے کڑک کی طرح ہوگی) عتبہ نے سنا تو چلا اٹھا: ”بس کریں، بس کریں، کیا آپ کے پاس اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”کچھ نہیں“ عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، لوگوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا: ”ہر وہ بات جو تم اس سے کرنا چاہتے تھے میں نے کی“ ”لوگوں نے کہا: ”پھر اس نے کیا جواب دیا؟“ اس نے کہا: ”رب کعبہ کی قسم! میں اس کی کوئی بات سمجھ نہیں سکا سوائے اس کے کہ اس نے تمہیں اس کڑک سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود کی کڑک کی طرح ہے“ ”لوگوں نے کہا: ”افسوس وہ تم سے عربی میں بات کر رہا تھا اور تم اتنا بھی سمجھ نہیں پائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے“ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں کڑک کے سوا کچھ سمجھ نہیں سکا۔“ (منتخب مسند عبد بن حمید، حدیث ۱۱۳۱۔ مسند ابویعلیٰ الموصلی ۱۰۱)

یہ جنگ زبانی، نفسیاتی اور دلائل کی جنگ تھی جو مشرکین پر گہری تنقید انکے معبودوں کی تحقیر اور انکے عقل مندوں کو نادان اور انہیں گمراہ اور جاہل ثابت کرنے کے لئے تھی، تاکہ جو برباد ہونا چاہے دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد برباد ہو اور جو زندہ رہنا چاہے دلیل سے زندہ رہے۔

زمین کی بتوں سے تطہیر اور قبروں کو برابر کرنے کا اہتمام

دلائل کی اس جنگ اور دعوت و بیان کے اس اسلوب سے اللہ نے قریش کے چند نو جوانوں کو اور اس و خزر ج کے علاوہ عرب کے کئی قبائل کو ہدایت عطا کیا، ان کی بصیرت دوبالا ہو گئی، ان پر توحید اور اس کا مقام واضح ہو گیا، شرک و بت پرستی کی حقارت کھل گئی اور دنیا و آخرت میں وہ شرک کی ہولناکیوں سے باخبر ہو گئے، یہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جہاد صبر، شرک اور مظاہر شرک کے خلاف ان کی بھرپور یلغار کے عظیم اور پاک ثمرات ہیں۔

جب مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور ایک اسلامی اسٹیٹ کا قیام عمل میں آیا تو آپ ﷺ نے بتوں کو توڑنے اور ان کی نجاست سے زمین کو پاک کرنے کا عملی قدم اٹھایا، کیونکہ نسل انسانی کو سب سے بڑا خطرہ انہیں سے لاحق ہے، اسی لئے امام الحنفیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خصوصی دعا کرنی پڑی ﴿وَاَجْنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ ☆ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴿ (ابراہیم: ۳۴) اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، میرے پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے زمین کو بتوں سے پاک کرنے کی ٹھانی اور قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا، کیونکہ یہ بھی انسانوں کو گمراہ کرنے میں بتوں کی ہی طرح ہیں۔

وعن جریر بن عبد اللہ البجلي رضى الله عنه قال: "كان بيت في الجاهلية يقال له: ذو الخلصة، والكعبة اليمانية، والكعبة الشامية، فقال لى النبي ﷺ: ألا تريحنى من ذى الخلصة؟ فنفرت فى خمسين ومئة فارس من أحمس، فكسرناه وقتلنا من وجدنا عنده، فأتيت النبى ﷺ فأخبرته، فدعا لنا ولأحمس". وفى لفظ للبخارى "كان ذو الخلصة بيتا باليمن لختعم وبجيلة فيه نصب تعبد يقال له: الكعبة".

(بخاری: کتاب المغازی باب ابن رکن النبی ﷺ رأیته يوم الفتح حديث ۴۲۸۷. مسلم کتاب الجہاد باب ازالة الأصنام حديث ۴۷۲۰. ترمذی: حديث ۳۱۳۸. مسند احمد: ۱/۳۷۷)

حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ زمانہ جاہلیت میں (یمن میں) ایک گھر تھا جسے ذوالخلصہ، الکعبۃ الیمانیۃ، الکعبۃ الشامیۃ کہا جاتا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا ”آپ مجھے ذوالخلصہ سے راحت کیوں نہیں پہنچاتے؟“ میں قبیلہ احمس کے دیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا اور ذوالخلصہ کو توڑ دیا اس کے پاس جتنے لوگ پائے ان تمام کو قتل کر دیا پھر آپ کو اس کی تباہی کی خبر دی آپ ﷺ نے میرے قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔

بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ”ذوالخلصہ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا جس میں بتوں کی پرستش کی جاتی تھی اسے کعبہ بھی کہا جاتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بتوں کا وجود آپ کے لئے بستر کا کاٹنا بن گیا تھا جس سے بے قرار ہو گئے جب تک ان کا نشان نہیں مٹا دیا گیا نہ آپ نے چین پایا اور نہ راحت محسوس کی۔

لیکن آج اسلام کے نام نہاد اکثر مبلغوں کی آنکھوں کے سامنے شرک کے تمام مظاہر پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہیں لیکن ان کے سر پر جوں تک نہیں رنگتی نہ ہی سکون قلب میں کوئی ہلچل پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس بے حسی کے محاسبہ کا انہیں کچھ خیال آتا ہے اگر یہی لوگ ان برائیوں پر خفا تک نہ ہوں تو پھر کون ہے جو ان جاہلی برائیوں پر نکیر کرے اور درد محسوس کرے؟۔

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ فتح کیا حضرت خالد بن ولید کو ”نخلہ“ روانہ کیا وہاں ”عزّی“ دیوی تھی وہ تین کیل دار میخوں کے دروازوں کے پیچھے تھی حضرت خالدؓ نے دروازے کاٹ دئے اور جو گھر اس عزّی پر بنایا گیا تھا اسے ڈھا دیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا: ”جاؤ تم نے کچھ بھی نہیں کیا“ حضرت خالد پھر پلٹے جب وہاں کے مجاوروں نے آپ کو دیکھا تو ”یا عزّی یا عزّی“ کہتے ہوئے

پہاڑوں میں چھپ گئے وہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک نکلی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پھیلائے ہوئے سر پر مٹی ڈال رہی تھی آپ نے تلوار اس کے جسم میں چھوئی یہاں تک کہ وہ مر گئی پھر آپ ﷺ کو اس کی خبر دی آپ نے فرمایا: ”ہاں یہی عزی تھی“۔ (نسائی: تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۲۹، ۴۳۰)

منات، یثرب کے اوس و خزرج اور ان کے ہم مشربوں کی دیوی تھی آپ ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے منہدم کرنے روانہ کیا۔

قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے گزارش کی کہ ان کے بت لات کو تین سال تک نہ توڑا جائے آپ نے نہیں مانا پھر انہوں نے ایک سال کی مہلت مانگی آپ ﷺ نے مہلت دینے سے انکار کر دیا پھر ایک ماہ کی درخواست کی، لیکن آپ نے اسے بھی نہیں مانا، دراصل یہ چاہتے تھے کہ اگر ان کی دیوی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ان کے مال و اسباب، عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھے گی اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے سبب انہیں نقصان اٹھانا پڑے، لیکن آپ ﷺ نے ایک دن کی مہلت دہے بغیر حضرت ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو اسے ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/۸۶، ۸۵)

وعن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ: أن رسول الله ﷺ أمر أن يجعل مسجد الطائف حيث كان طاغيتهم“ (ابن ماجہ: کتاب المساجد، حدیث ۷۴۳۔ ابو داؤد: کتاب الصلاة، حدیث ۴۵۰) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے طائف میں اس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا جہاں کہ ان کا بت ہوا کرتا تھا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ: انہوں نے لات کا نام اللہ کے نام سے مشتق کر کے رکھا تھا اللہ کی تائید انہوں نے ”لات“ سے بنا ڈالی اللہ ان کے باطل اقوال سے بہت بلند ہے۔ قتادہ، ابن عباسؓ مجاہد اور ابن زید کہتے ہیں کہ: لات ستو گھولا کرتا تھا جب وہ مر گیا، لوگ اس کی قبر پر جھک گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ (تفسیر طبری: ۲/۵۸۵، ۵۸۶۔ سیرۃ ابن ہشام: ۷/۷۹)۔

امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ”اللات والعزى“ کی تفسیر روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کا ستو گھولا کرتا تھا۔ (بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورة النجم)۔

وعن ثمامة بن شفي قال: كنا مع فضالة بن عبيد برو دس من أرض الروم، فتوفي صاحب لنا فأمر فضالة بقبره فسوى ثم قال سمعت رسول الله ﷺ يأمر بتسويتها. (مسلم: باب النهي عن تحصيص القبر، حديث ۹۲، ابو داؤد: باب في تسوية القبور، حديث ۳۲۱۹، النسائي: ۴/۷۲، ۷۳)۔

حضرت ثمامہ بن شفی کہتے ہیں کہ ”ہم حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم (اٹلی) کے جزیرہ روڈس میں تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا، حضرت فضالہ نے تدفین کے بعد اس کی قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

وعن جابر رضي الله عنه قال نهى رسول الله ﷺ أن يحصص القبر وأن يقعد عليه وأن يبنى عليه. (مسلم: باب النهي عن تجديد القبر، حديث ۹۴، ابو داؤد: كتاب الجنائز، باب في البناء على القبر، ۳۲۲۵، نسائي: ۴/۷۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت (درگاہ) بنانے سے روکا ہے۔

وعن ابي مرثد الغنوي رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا تصلوا الى القبور ولا تجلسوا عليها. (مسلم: كتاب الجنائز، باب النهي في الجلوس على القبر، حديث ۹۸، ۹۷، ابو داؤد: كتاب الجنائز، باب كراهية القعود على القبر، حديث ۳۲۲۹)

حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔“

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ”اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور انبيائهم مساجد. (مؤطا امام مالک: كتاب قصر

الصلوة فی السفر باب جامع الصلوة حدیث ۸۵. احمد: ۲/۲۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا نہ پوجا جائے اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوا جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ امت کے سب سے بڑے خیر خواہ ناصح اور امین ﷺ کو بتوں اور قبروں کی جانب سے امت کو لاحق ہونے والے خطرے کا احساس زندگی کی آخری سانس تک رہا۔

حضرت جندب بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

”إني أبرأ إلى الله أن يكون لي منكم خليل، فإن الله إذا اتخذني خليلاً كما اتخذ إبراهيم خليلًا، ولو كنت متخذًا من أمتي خليلًا لاتخذت أبا بكر خليلًا، ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم مساجد فإني أنهاكم عن ذلك“ (مسلم: کتاب المساجد)

باب النهی عن بناء المساجد علی القبور حدیث ۲۳. ابو عوانہ: ۱/۳۰۲. طبرانی: ۲/۸۰ حدیث ۱۶۸۶)

”میں اللہ کی جناب میں برأت پیش کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست ہو، کیونکہ اللہ نے مجھے اپنا دوست بنایا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا، اگر میں امت میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوتے، خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے یاد رکھو! قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔“

جس وقت آپ نے اپنے رفیق اعلیٰ کی مرافقت کو پسند کر لیا اور موت کا وقت قریب آ گیا اس وقت بھی سب سے اہم کام آپ نے یہ کیا کہ امت کو قبروں کے فتنے سے آگاہ کیا۔ لیکن افسوس! امت کی اکثریت آپ ﷺ کے اس قدر سخت اہتمام کے باوجود اس فتنے کے خطرے سے بے خبر پڑی ہے۔

وعن اسامة بن زيد رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال في مرضه الذي مات

فيه: ”أدخلوا علي أصحابي“ فدخلوا عليه وهو متقنع ببردة معافري فكشف القناع

فَقَالَ: "لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

(مسند احمد ۵/۲۱۴، طبرانی فی الکبیر ۱/۱۲۷، حدیث ۳۹۳، مسند طیبی: حدیث ۸۸، حدیث ۶۳۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں جس میں کہ آپ کا انتقال ہوا فرمایا: "میرے صحابہ کو میرے پاس لاؤ" جب صحابہ کرام آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ ایک یمنی چادر منہ پر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے آپ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔"

انبیاء علیہم السلام کی دعوت اپنے پہلو میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹے ہوئے ہے اسی طرح انہوں نے امت کو ہر برائی سے ڈرایا ہے جب ہم قرآن مجید اور سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعوت توحید نے شرک، مظاہر، وسائل و اسباب شرک کے خلاف محاذ آرائی کا ایک وسیع میدان بنالیا تھا جس میں انکی عمر اور دعوت کا ایک بڑا حصہ بیت گیا، ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکش اور ظالم حکمرانوں کے خلاف ان کا موقف کیا تھا؟ انکی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس معاملے کو دوسرا درجہ دے رکھا تھا اس لئے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے، انبیاء کرام کا مقصد انسانوں کو صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنانا ہے نہ کہ کسی سلطنت کے نیچے ادھیڑ کر دوسرا سریر سلطنت آراستہ کرنا۔ فرمان باری ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ بیشک اللہ اس (گناہ) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ جو اللہ کے ساتھ شریک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَطُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحَابٍ﴾ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اسے اچک لیا یا تیز و تند ہوانے اسے کسی دور مقام پر گرادیا۔